بایدی سفرہ کرامٍ بررہ

حضرت امیر معاویہ رضؓ

از

قاضی عبدالرزاق

خطیب مسجد امیر معاویہ چکوال

ناشر: سنی دارالاشاعت (لائن پارک) چکوال

فہرست مضامین

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
حرف اول	1	(iii) حضور کی گدھے والوں پر لعنت	37
حضرت امیر معاویہؓ کے حالات زندگی (نام ونسب، اولاد، فتوحات)	9	(iv) امیر معاویہ کا حضرت علی سے قتال	39
علالت اور وصیت نامہ	14	(v) یزید کی ولی عہدی	47
امیر معاویہ کی خلافت پر تبصرہ	16	(vi) امیر معاویہ کے حق میں حضور کی بددعا۔	50
ذاتی فضل وکمال، خشیت الٰہی، فیاضی، رعایا کی دادرسی	17	(vii) معاویہ کو منبر پر دیکھو تو قتل کردو۔	51
امیر معاویہؓ اکابرین امت کی نظر میں	19	(viii) معاویہ کا معنی؟	51
امیر معاویہ اور مستشرقین	23	(ix) معاویہ دوزخ کے تابوت میں	54
مطاعن امیر معاویہؓ		(x) امیر معاویہ نے اکابر صحابہ کو قتل کیا۔	54
امیر معاویہ کی مخالفت کے اسباب	28	(xi) واقعات کربلا	56
(i) شجرہ ملعونہ...... بنوامیہ	33	(x) شیعہ سے آخری گزارش	62

قیمت: دعائے خیر

حرف اول

اللہ جل جلالہ کی حمد و ثنا اور رسول اللہ ﷺ پر کروڑوں درود و سلام کے بعد عرض ہے کہ 2008 میں ''امامت وخلافت'' شائع ہونے کے بعد، بعض احباب کا اصرار ہوا۔ کہ اسی انداز سے، حضرت امیر معاویہؓ کا تذکرہ بھی آسان اور سادہ زبان میں، اختصار کے ساتھ لکھا جائے، جو مذہبی لوگوں کے لئے مفید ہونے کے ساتھ ساتھ، عام مسلمانوں کی موجودہ اور آئندہ نسلوں کی دینی معلومات میں اضافے اور مذہب اہل سنت کی حفاظت کا ذریعہ بن جائے۔ اور سبائی گروہ کی طرف سے حضرت امیر معاویہ پر، لگائے جانے والے من گھڑت الزامات کے جوابات بھی پیش کردئے جائیں۔

اس میں کچھ شک نہیں کہ حضرت امیر معاویہ کا، اصحاب رسول میں بلند مقام ہے۔ آپ کا شمار کاتبین وحی اور راویان حدیث اور صاحب فتاویٰ صحابہ میں ہوتا تھا۔ آپ حضور ﷺ کے برادر نسبتی اور راز دار تھے۔ آنحضرت ﷺ ذاتی معاملات اور سرکاری معاملات میں، آپ پر مکمل اعتماد کرتے تھے۔ آپ حضور ﷺ کے میر منشی اور پرسنل سیکرٹری تھے۔ صحابہ کرامؓ خلفاء راشدین اور حضرت امیر معاویہ رضوان اللہ اجمعین کے اوصاف وکمالات کا بیان، حضور کے ذکر مبارک کا تتمہ ہی ہے۔ اس مقدمہ میں، اختصار کے ساتھ ان عقائد کو بیان کیا جاتا ہے۔ جو اصحاب رسول کے حوالہ سے، اہل سنت کے لئے ضروری ہیں۔

(۱) اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام اور بالخصوص محمد رسول اللہ ﷺ کو افزائش نسل اور دنیا کا مال و متاع اکٹھا کرنے کے لئے نہیں بھیجا، آپ کی بعثت کا مقصد وحید اللہ کے پیغام کو لوگوں تک پہنچانا اور اللہ کی زمین پر طاغوتی طاقتوں کی بادشاہت اور نظامہائے زندگی کو شکست دیکر، اللہ کی بادشاہت اور نظام حکومت کو دنیا میں قائم کرنا ہے، جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے۔

ھوالذی ارسل رسوله بالھدیٰ و دین الحق لیظھره علی الدین کله وکفیٰ بالله شھیدا؛

اللہ وہ ذات ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق دیکر بھیجا ہے' تا کہ وہ اس دین حق کو، دنیا کے تمام ادیان پر غالب کردیں۔ اللہ اس کے لئے گواہ کافی ہے۔

ایک دوسرے مقام پر فرمایا:۔ **ان الحکم الا للّٰہ**

تا کہ بادشاہت اور حاکمیت دنیا پر اللہ کی قائم ہوجائے۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا ہے:۔

ستخلفنهم فی الارض کما استخلف الذین من قبلهم و لیمکنن هم الذی ارتضیٰ لهم و لیبدلنهم من بعد خوفهم امنا

ترجمہ:۔ اللہ نے تم میں سے ایمان والوں اور عمل صالح کرنے والوں سے وعدہ کرلیا ہے۔۔ کہ انہیں زمین میں خلافت عطا کرے گا' جیسا کہ ان سے پہلے لوگوں کو عطا کر چکا ہے۔ اوران کے دین کو، جوان کے لئے پسند کر چکا ہے مضبوط اور تمکین عطا کرے گا اوران کے خوف کو امن میں بدل دے گا۔

اس آیت میں اللہ نے خلفاء راشدین کی خلافت، ایمان اور عمل صالح کا بھی فیصلہ کردیا ہے کہ انکی خلافت وحکومت کی نشانی یہ ہوگی کہ دین مرضیہ کو استقامت نصیب ہوگی اور خوف کا زمانہ امن سے بدل جائے گا۔ یہ وعدہ خداوندی خلفاء ثلاثہ کے زمانہ خلافت میں پورا ہوا ہے۔

مندرجہ بالا تینوں آیات اور اس مضمون کی دیگر آیات سے معلوم ہوا کہ حضور کی زندگی، بعثت ونبوت کا مقصد، دنیا میں دین اسلام کو تمام ادیان باطلہ پر غالب کرنا ہے یہ مقصد اس وقت تک پورا نہیں ہوسکتا' جب تک طاغوتی طاقتوں کو شکست دیکر، اسلامی نظام حکومت کو قائم نہ کر دیا جائے، اسی مقصد کے لئے جہاد فرض ہوا' اور رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام نے مدنی زندگی کا پورا حصہ' قتال فی سبیل اللہ کی نذر کردیا۔

جب یہ بات ثابت ہوئی کہ انبیاء کرام اور بالخصوص رحمت اللعلمین ﷺ کو غلبہ دین ،اسلامی نظام حکومت کے قیام اور نبوت ورسالت کی تکمیل کے لئے مبعوث کیا گیا ہے۔ تو اس کا منطقی نتیجہ یہ ہے۔ کہ جن لوگوں نے رسول اللہ کی زندگی کے مقصد کی تکمیل میں، آپ کی مدد کی اور

جانی و مالی ایثار کیا ہے۔ اور دنیا کی ہر طاغوتی طاقت سے ٹکرائے ہیں۔ اور بالفعل انہیں شکست دیکر، دین اسلام کو غالب و نافذ کیا ہے۔ امت میں، ان اصحاب رسول کا مرتبہ و مقام سب سے بلند ہے۔ اور رپھر تمام اصحاب رسول میں، خلفا راشدین، عشرہ مبشرہ، مہاجرین و انصار، اصحاب بدر، اصحاب احد اور اصحاب حدیبیہ بالترتیب بلند و بالا ہیں۔ جنہوں نے عسرت کے زمانہ میں، رسول اللہ کا ساتھ دیا ہے۔ خود اللہ نے قران مجید میں فرمایا ہے۔

کہ فتح مکہ کے بعد، جو لوگ مسلمان ہوئے ہیں۔ اور جان و مال کی قربانیاں دی ہیں وہ ان اصحاب کبار کا مقابلہ نہیں کر سکتے' جنہوں نے عسرت کے زمانہ میں' فتح مکہ سے پہلے اللہ کی راہ میں' جہاد' ہجرت اور جانی و مالی ایثار کیا' انہیں اللہ نے قران مجید میں جگہ جگہ جنت اور اپنی رضا کے سٹرفکیٹ عطا کئے ہیں۔ (**رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ واعدلھم جنٰت تجری من تحتھا الانھار، خالدین فیھا ابدا**) قران مجید میں سات سو آیات، ایسی ہیں' جن میں اصحاب رسولؓ کی شان اور تعریف و ستائش بیان کی گئی ہے اور قرآن مجید میں' ہر جگہ انہیں (**یاایھاالذین امنو**) کہہ کر مخاطب کیا گیا ہے' سوچنا چاہئے کہ قران مجید کے نزول کے وقت، ایمان والے کون تھے' اور کن لوگوں کو اللہ نے قران مجید میں ایمان والے کہا ہے' یہ بات تاریخ اور سیرت کی کتابوں سے معلوم کر سکتے ہیں' پورے قران کو پڑھ کر دیکھ لیں' اصحاب رسول کے علاوہ کوئی طبقہ ایسا نہیں ہے' جس کی تعریف و ستائش اور حالات و واقعات کو بیان کیا گیا ہو یا ایمان والے کہہ کر مخاطب کیا گیا ہو۔

اصحاب رسولؓ میں امیر معاویہؓ کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی زندگی کے مقصد، دین اسلام کو دنیا کے تمام ادیان پر غالب کرنے کے تیسرے اور آخری مرحلہ کی تکمیل، حضرت امیر معاویہ کے ہاتھ سے ہوئی' جب انہوں نے چونسٹھ لاکھ مربع میل پر حکومت قائم کی تھی' یہ جان لینا چاہئے کہ غلبہ تین طرح کا ہوتا ہے۔ اول...... دلیل کا غلبہ' یہ رسول اللہ کی زندگی میں اسلام کو حاصل ہو گیا تھا' حضور ﷺ کے زمانہ میں صرف جزیرہ عرب پر نظام اسلام قائم ہوا تھا۔ اس کے

دائیں بائیں، دنیا کی سب سے بڑی قیصر وکسریٰ کی حکومتیں' پوری آب وتاب کے ساتھ قائم تھیں۔
دوم...... طاقت وقوت کا غلبہ یہ حضرت عمر فاروقؓ کے عہد خلافت میں اسلام کو حاصل ہوا' جب قیصر وکسریٰ کی حکومتیں' مسلمانوں کے ہاتھوں شکست کھا گئیں اور دنیا میں کوئی طاقت مسلمانوں کو چیلنج کرنے والی نہ رہی' قرآن مجید میں غلبہ اسلام اور تمکین دین کے جو وعدے کئے گئے تھے اور رسول اللہ ﷺ نے جو بشارتیں دی تھیں، ان میں سے اکثر' فاروق اعظمؓ کے دور میں پوری ہو گئی تھیں۔
لیکن اس کے باوجود' دنیا میں کافروں کی تعداد زیادہ تھی اور دنیا کے نصف سے زائد رقبہ پر' کافرانہ نظام رائج تھا' امیر معاویہ اور امام حسن کی صلح کے بعد، فتوحات کا سلسلہ نئے سرے سے شروع ہوا' اور حضرت امیر معاویہ کو اعزاز حاصل ہوا کہ دنیا کے چونسٹھ لاکھ مربع میل پر' اسلامی حکومت قائم کر کے 'دین اسلام کو دنیا کا سب سے بڑا دین اور حکومت اسلامیہ' کو رقبہ کے حوالہ سے' دنیا کی سب سے بڑی سلطنت بنا دیا تھا' اس طرح تمکین دین اور غلبہ اسلام کا تیسرا اور آخری مرحلہ، حضرت امیر معاویہ کے ہاتھ سے پایہ تکمیل کو پہنچا ہے' ایک جگہ پر ارشاد ربانی ہے:۔

ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبین وکان اللہ بکل شی علیما ٭

(لوگو!) محمد تمہارے مردوں میں سے، کسی کے باپ نہیں، مگر وہ اللہ کے پیغمبر اور خاتم الانبیا ہیں۔ اور اللہ ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے۔

جب حجۃ الوداع کے موقع پر آیت (**الیوم اکملت لکم دینکم**) نازل ہوئی تو آنحضرت اور بعض صحابہ کرام سمجھ گئے کہ اب رسول اللہ ﷺ کا دنیا میں رہنا بہت کم رہ گیا ہے، کیونکہ جس مقصد کے لئے آپ کو بھیجا گیا تھا۔ اس مقصد کی تکمیل ہو گئی ہے۔ ورنہ دنیاوی لحاظ سے، ابھی آپ پر بہت سی ذمہ داریاں باقی تھیں۔ آپ کی بیٹی فاطمہؓ کا گھرانہ ابھی مالی مشکلات سے دوچار تھا۔ حسنین کی عمر چار پانچ سال تھی۔ آپ کی نو بیویاں زندہ تھیں۔ اور آپ نے بھی اس آیت کے نزول کے ساتھ ہی فرما دیا تھا کہ شاید اگلے سال میں تمہارے ساتھ یہاں اکٹھا نہ ہو سکوں۔ اس کے تین ماہ بعد ہی آپ کا وصال ہو گیا۔

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ محمد رسول اللہ ﷺ کی زندگی کا تجزیہ' حسب ونسب، مال و دولت اور خاندان واولاد کی نسبت سے نہ کیا جائے' بلکہ رسول اللہ ﷺ کی حیثیت سے، کیا جائے اور خاتم النبین ہونے کی حیثیت سے کیا جائے' اس لئے امت مسلمہ پر دین کی تبلیغ واشاعت اور تمکین دین کے حوالہ سے، جو ذمہ داری عائد ہوتی ہے، اسکی تکمیل میں کوشاں لوگ ہی افضل تھے' ورنہ حضور ﷺ کے دس چچاؤں میں سے صرف دو' حضرت حمزہؓ، اور حضرت عباسؓ، مسلمان ہوئے، حضرت حمزہ جنگ احد میں شہید ہو گئے۔ اور حضرت عباس، فتح مکہ کے موقع پر مسلمان ہوئے، حضور کی پانچ پھوپھیوں میں سے، صرف حضرت صفیہ مسلمان ہوئیں اور درجنوں چچازاد بھائیوں میں سے، فتح مکہ سے پہلے، دو، ایک نام ہی لئے جاسکتے ہیں۔ اور حسن و حسین کی عمر تو حضور کے وصال کے وقت' پانچ اور چار سال تھی' ان اعداد و شمار کے بعد' آپ ہی بتائیں کہ حضور کی زندگی کے مقصد، غلبہ دین اور اسلامی نظام حکومت کے قیام میں' کون لوگ آپ کے دست و بازو تھے' کافروں کی سختیاں اور ظلم و ستم برداشت کئے اور دنیا کی ہر طاغوتی طاقت سے ٹکرائے۔ جنگیں لڑیں، اللہ کے راستے میں سب کچھ قربان کیا اور راستے کی تمام رکاوٹوں کو توڑ کر' دین اسلام کو بالفعل دنیا میں غالب کیا؟؟ سوچیں اور غور کریں۔

معلوم ہوا کہ اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ اہمیت، اپنے دین اور امر کی ہے۔ اسی دین کی تبلیغ واشاعت کے لئے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیا کرام کو مبعوث فرمایا اور اسی دین کے لئے انبیاء کرام نے اپنی جانوں کے نذرانے پیش کئے، ان تمام واقعات سے معلوم ہوا کہ اللہ اور اللہ کے رسول کو دنیا اور دنیا کی ہر چیز سے' بلکہ انبیاء کو اپنی جانوں سے بھی زیادہ، اللہ کا دین محبوب تھا۔ اللہ کے دین کے لئے باپ، دادا، اولاد اور خاندان کو چھوڑ دیا، لیکن اللہ کے دین کو سینے سے لگائے رکھا۔ تمام انبیا کرام اور بالخصوص حضرت نوح، حضرت ابراہیم اور حضور ﷺ کے واقعات' اس پر شاہد ہیں۔

صحابہ کرامؓ اور بالخصوص اہل حدیبیہ اور خلفاء راشدین میں باہم رنجش و عداوت بیان کرنا، بے دینی اور نصوص قرآنیہ کے صریح خلاف ہے اور اسی طرح حضرت علیؓ، حضرت عائشہؓ اور

حضرت امیر معاویہؓ میں عداوت تلاش کرنا اور سمجھنا، واقعات قطعیہ یقینیہ کے خلاف اور قرآن و سنت کا انکار ہے۔قرآن مجید میں اہلِ حدیبیہ کے حق میں، نص قرآنی ہے **(رحماء بينهم)** وہ (صحابہ) آپس میں شیر و شکر اور مہربان ہیں۔اور مہاجرین و انصار کے حق میں ہے۔**(هوالذى الف بين قلوبكم فاصبحتم بنعمته اخوانا)** اللہ نے تمہارے (صحابہ) دلوں میں الفت پیدا کر دی اور خدا کے فضل و احسان سے تم بھائی بھائی ہو گئے نیز حضرت علیؓ، حضرت عائشہؓ اور حضرت امیر معاویہ کے جنگی واقعات کے جوابات، کتاب کے اندر آپ کو مل جائیں گے۔

اس میں اہلِ سنت کا موقف یہ ہے کہ حضرت علیؓ خلیفہ برحق تھے اور حضرت امیر معاویہ خاطی تھے اور ان کی یہ خطا اجتہادی تھی۔اس پر انہیں برا بھلا کہنا جائز نہیں، کیونکہ وہ بھی صحابی رسولؐ ہیں اور قرآن مجید میں کسی بھی صحابی کے متعلق دل میں غیظ رکھنا، کفار کی نشانی بیان کی گئی ہے۔**(ليغيظ بهم الكفار)** حضرت موسیٰ نے، حضرت ہارون کی داڑھی اور سر کو پکڑ کر، زمین پر دے مارا۔لیکن ہمیں حکم ہے **(لا نفرق بين احد من رسله)** کیونکہ ہمارے لئے، دونوں واجب التعظیم ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ جن کی جنگ تھی، جن کا اختلاف اور جھگڑا تھا۔انہوں نے خود باہم صلح کر لی تھی۔حضرت علیؓ اور حضرت امیر معاویہؓ نے صلح کر لی تھی۔شیعہ کی مشہور زمانہ کتاب "نہج البلاغہ" میں ہے کہ حضرت علیؓ نے ایک چٹھی لکھ کر تمام بلاد و امصار میں مشتہر فرمائی۔اس میں جنگ صفین کا واقعہ درج ہے۔کہ ہمارے معاملہ میں ابتداء یوں ہوئی کہ ہماری اور اہل شام کی آپس میں جنگ چھڑ گئی اور یہ ظاہر ہے **(ان ربنا واحد ورسولنا واحد ودعوتنا فى الاسلام واحدة ولا نستزيدهم فى الايمان بالله والتصديق برسله ولا يستذيدوننا' الامر واحد الا ما اختلفنا فيه من دم عثمان ونحن منه براء)** حضرت علیؓ اور حضرت امیر معاویہؓ کی صلح کے بعد سبائیوں اور خارجیوں نے امام حسنؓ کو دوبارہ مقابلہ میں لانا چاہا۔لیکن امام حسنؓ اور امام حسینؓ نے امیر معاویہ کے ساتھ صلح کر کے خلافت سے دستبردار ہو گئے۔تمام اختلافات ختم کر کے رشتے ناطے قائم کئے اور حضرت امیر

معاویہؓ کی طرف سے امام حسنؓ اور امام حسینؓ کو ہدایہ اور بھاری وظائف ملا کرتے تھے۔

اب مدعی ست اور گواہ چست والی بات ہے۔ جن کی جنگ تھی انہوں نے صلح کرلی اور امیر معاویہؓ اور ان کی جماعت کو پکا اور سچا مسلمان فرما رہے ہیں اور بالتصریح لکھ رہے ہیں' کہ ہمارا' امیر معاویہؓ کے ساتھ، خدا، رسول، اسلام اور ایمان کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ وہ ہمیں کامل الایمان سمجھتے ہیں اور ہم انہیں کامل الایمان سمجھتے ہیں۔ ہمارا اور ان کا' صرف قتلِ عثمانؓ میں اختلاف ہوا۔ انہوں نے حضرت عثمانؓ کے قتل کا ذمہ دار، ہمیں قرار دیا۔ حالانکہ ہم اس الزام سے بری الذمہ ہیں۔

صلح اور حضرت علیؓ کے اس صریح فیصلے کے بعد، شیعہ ہم سے کیا ثبوت چاہتے ہیں۔ اب قارئین کی مرضی ہے کہ وہ حضرت علیؓ اور حسنین کریمینؓ کے قول و عمل کو معتبر سمجھتے ہیں' یا شیعہ ذاکروں کے افسانوں کو؟

زیر نظر رسالہ کا انداز تحریر تحقیقی اور علمی موشگافیوں کو بیان کرنا نہیں ہے۔ بلکہ تاریخی اور واقعاتی ہے۔ اس سے مقصد قاری کے سامنے' حضرت امیر معاویہؓ کی مذہبی، سماجی، انتظامی اور جنگی خدمات کو پیش کرنا ہے اور آپ کے فضائل و کمالات اور اسلاف امت کی آراء پیش کر کے، قارئین کو یہ باور کرانا ہے کہ بد قسمتی سے، جس عظیم شخصیت کے نام کو گالی بنا دیا گیا ہے اور ہر کس و ناکس، جس کی تنقید کرتا ہے۔ فی الحقیقت وہ اپنی سیرت و کردار کی روشنی میں کس شان و عظمت کا مالک ہے اور آخر میں' ان تمام مطاعن کا مدلل جواب دیا گیا ہے۔ جو دشمنان امیر معاویہؓ کی طرف سے' عرصہ دراز سے آپ پر کئے جا رہے تھے۔

بندہ ناچیز اس مقصد میں کہاں تک کامیاب ہوا ہے۔ قارئین ہی اس سلسلہ میں بہتر فیصلہ دے سکتے ہیں۔ اگر بندہ اس چیز میں کامیاب ہوا تو یہ محض اللہ رب العزت کا احسان و انعام ہے اور اگر اس مقصد میں ناکام رہا' تو یہ بندہ کی کم علمی اور کم نظری کی وجہ سے ہے، صحابہ کرامؓ اور بالخصوص حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمان غنیؓ اور حضرت امیر معاویہؓ پر سب و شتم کرنے والوں کو

سوچنا چاہیے کہ جس جگہ پر کھڑے ہو کر ان کی تنقیص بیان کر رہا ہے۔ یہ سب ملک اور علاقے تو انہوں نے فتح کئے ہیں' ان کی فتوحات کی بدولت ہی، ہمارے آباؤ اجداد مسلمان ہوئے اور آج ہمیں کلمہ نصیب ہوا ہے۔ ورنہ جن علاقوں اور ملکوں میں' مسلمان فاتحانہ طور پر نہیں پہنچ سکے، وہاں آج بھی کفر کی تاریکی چھائی ہوئی ہے، اور کافر ہی وہاں پر غالب ہیں۔

سنی پچانوے فیصد کے اکثریتی ملک میں بھی مظلوم ہیں۔ تین فیصد آبادی کا سبائی ٹولہ ، برملا، لاؤڈ سپیکر پر' دن میں تین مرتبہ اذان میں خلفاء ثلاثہ پر تبرا کرتا ہے۔ آئمہ کی طرح حضرت عمرؓ کے قاتل فیروز لؤلؤ کی تصویریں اور قبر کی شبیہوں کو مقدس، باعث برکت اور محترم و مکرم سمجھا جاتا ہے، اس کی طرف منسوب پتھر فیروزہ کے فضائل و کمالات بیان کئے جاتے ہیں۔ حضرت عثمان کی شہادت کی خوشی میں' جشن غدیر منایا جاتا ہے اور حضرت امیر معاویہؓ کی وفات کی خوشی، حلوے، مانڈوسے، امام جعفر کے کنڈوں کے نام سے منائی جاتی ہے' حالانکہ ۲۲ رجب کے ساتھ' امام جعفر صادق کی زندگی کا کوئی اہم واقعہ منسوب نہیں ہے۔ یہ ساری کارروائی، منہ اندھیرے اندھیرے، خفیہ طور پر' اس لئے انجام دی جاتی ہے۔ تاکہ سنیوں اور اموی حکومت کے جبر و ظلم کا تاثر دیا جا سکے۔ شیعہ کا عقیدہ ہے کہ امام مہدی کا ظہور ہوگا۔ تو وہ سب سے پہلا کام یہ کرینگے کہ مدینہ منورہ جا کر' ابو بکر، عمر، عثمان، عائشہ و حفصہ کو قبروں سے نکال کر زندہ کریں گے اور پھر طرح طرح کی اذیتیں دے کر دوبارہ ماریں گے اور پھر ان کی لاشوں کو سولی پر لٹکا دیں گے۔

آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ ہمیں اپنی سچی محبت عطا فرمائے، اور اپنی محبت کی برکت سے ہم سب کو رسول اللہ ﷺ، صحابہ کبارؓ، ازواج مطہرات، اہل بیت کرام، اولیاء عظام اور علماءِ ربانی سے محبت کرنے اور ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین ثم آمین)

طالب دعا: قاضی عبدالرزاق

عرب کا مدبر اعظم، فاتح عرب وعجم، حضور کے برادر نسبتی، کاتب وحی، رسول اللہ کے سیکرٹری اور راز دان، عاشق رسول

حضرت امیر معاویہ بن ابی سفیانؓ

نام ونسب:۔ حضرت امیر معاویہؓ ابوسفیان بن حرب کے بیٹے تھے۔آپ کا سلسلہ نسب پانچویں پشت میں، عبد مناف پر رسول اللہ ﷺ سے مل جاتا ہے۔مخالفین کے خلاف جنگ وجدل میں سپہ سالاری کا اہم ترین عہدہ، آپ کے خاندان کے پاس تھا۔امیر معاویہؓ ظہور اسلام سے پانچ سال قبل 608ء میں مکہ میں پیدا ہوئے گویا ہجرت نبوی کے وقت آپ کی عمر اٹھارہ سال اور فتح مکہ کے وقت ستائیس سال تھی۔آپ کے والد ابوسفیان، کفار مکہ کے سپہ سالار ہونے کی وجہ سے مسلمانوں کے خلاف لڑائیوں میں پیش پیش تھے۔لیکن حضرت امیر معاویہ کا نام اس سلسلہ میں کہیں نظر نہیں آتا،اس سے معلوم ہوتا ہے،فتح مکہ بلکہ ہجرت نبوی سے قبل آپ ذہنی طور پر مسلمان ہو چکے تھے ورنہ بدر واحد کی لڑائی میں ضرور شریک ہوتے لیکن اعلانیہ فتح مکہ کے موقع پر آپ نے اپنے والد ابوسفیان کے ساتھ اسلام قبول کیا۔مشہور مورخ محمد بن سعد اپنی کتاب ''طبقات'' میں لکھتے ہیں۔کہ حضرت امیر معاویہؓ فرمایا کرتے تھے کہ میں ''عمرۃ القضاء سے پہلے ہی اسلام لے آیا تھا' مگر مدینہ جانے سے ڈرتا تھا۔کیونکہ میری والدہ، جن کا باپ، چچا اور بھائی (عتبہ، شیبہ، ولید) جنگ بدر میں قتل ہو گئے تھے۔وہ اسلام کے سخت خلاف تھیں' حضرت امیر معاویہ کے بچپن ہی میں قیافہ شناسوں نے خبر دی تھی۔کہ یہ بہت بڑا سردار بنے گا'ایک سردار کا بیٹا ہونے کی وجہ سے آپ کے والدین نے،اس زمانہ کے تمام مروجہ علوم وفنون انہیں سکھائے۔

بیویاں اور اولاد:۔ حضرت امیر معاویہؓ نے متعدد شادیاں کیں' لیکن دو بیویوں سے اولاد ہوئی' میسون کے بطن سے یزید اور ایک بچی تھی۔اور فاختہ بنت قرظہ کے بطن سے عبداللہ اور عبدالرحمٰن پیدا ہوئے عبدالرحمٰن کا انتقال بچپن میں ہو گیا تھا' اور عبداللہ حضرت امیر معاویہ کی

وفات کے وقت زندہ تھا مگر اس سے کوئی نمایاں کام سرزد نہیں ہوا' آپ کی کنیت ابوعبدالرحمٰن تھی ایک سردار کا بیٹا ہونے کی وجہ سے آپ کے ماں باپ نے آپ کی تعلیم وتربیت میں، اس وقت کے عرب کے دستور کے مطابق کوئی کمی نہیں چھوڑی۔ مختلف علوم وفنون سے آپ کو آراستہ کیا' اس دور میں لکھنے پڑھنے کا رواج نہیں تھا' سارے عرب میں جہالت کا اندھیرا چھایا ہوا تھا' آپ کا شمار ان چند گنے چنے آدمیوں میں ہونے لگا، جو علوم وفنون سے آراستہ تھے۔ اور لکھنا پڑھنا جانتے تھے، قبول اسلام سے قبل کے حالات کے بارے میں امام ابن کثیر لکھتے ہیں۔

کان رئیسا ، مطاعا ، ذامال جنزیل :۔

ترجمہ: آپ قوم کے سردار تھے جن کی لوگ اطاعت کرتے تھے۔ اور صاحب مال ودولت اور سخی تھے۔

حضرت امیر معاویہ فتح مکہ میں اپنے والد کے ساتھ مشرف بہ اسلام ہوئے اور یہ حضور ﷺ کی زندگی کا آخری زمانہ تھا۔ اس لئے آپ کو صحبت رسول اور خدمت اسلام کا زیادہ موقع نہیں مل سکا آپ کے کارناموں کا آغاز، حضرت ابوبکر صدیقؓ کے عہد خلافت سے ہوتا ہے' منکرین زکوٰۃ اور مدعیان نبوت کے فتنوں کی سرکوبی' حضرت امیر معاویہ اور ان کے بھائی یزید بن ابوسفیان کے ہاتھ سے ہوئی۔ بعض روایات میں ہے کہ دشمن رسول، مدعی نبوت' مسلمہ کذاب' کو آپ نے اپنے ہاتھ سے قتل کیا تھا۔ شام کی فوج کشی اور فتوحات میں' آپ کا پورا گھرانہ شریک تھا' آپ کے بھائی یزید بن ابی سفیان فوج کے افسر اعلیٰ تھے' ان کے ساتھ امیر معاویہ کو کارہائے نمایاں انجام دینے کا موقع ملا۔ بعض موقعوں پر فوج کی قیادت کے فرائض بھی انجام دیئے۔ (۱)

فتوحات:۔

صیدا، عرقہ اور بیروت وغیرہ اور شام کے ساحلی علاقوں کے بہت سے قلعے پسران ابوسفیان نے ہی فتح کیے' قیساریہ کا معرکہ، جس میں اسی ہزار رومی مارے گئے تھے' امیر معاویہ نے سر کیا۔ (۲)...... 18ھ میں جب آپ کے بھائی یزید کا انتقال ہو گیا' تو حضرت عمر فاروقؓ نے

ا۔ فتوح البلدان بلاذری ۲۔ فتوح البلدان بلاذری

امیر معاویہ کو، انکی جگہ دمشق کا حاکم مقرر کر دیا۔(۳)...... حضرت عثمان غنیؓ نے، انکو پورے شام کا والی بنا دیا، اس دور میں انھوں نے بڑے کارہائے نمایاں انجام دیئے' امیر معاویہ نے ایشائے کوچک پر فوج کشی کی' اور ..دسہ تک بڑھتے چلے گئے' انطاکیہ اور طرطوس کے درمیان جس قدر قلعے تھے' فتح کر کے' ان میں نو آبادیاں قائم کیں۔(۴)...... امیر معاویہ نے طرابلس، الشام، عموریہ اور ملطیہ کو فتح کرتے ہوئے، جزیرہ قبرص پر فوج کشی کی، اہل قبرص نے سات ہزار دینار سالانہ پر صلح کر لی' صلح کی شرائط میں یہ تھا کہ اہل قبرص مسلمانوں کو رومیوں کے مقابلے کیلئے' اپنے جزیرہ سے گزرنے دیں گے اور رومیوں کے حالات سے' مسلمانوں کو مطلع کرتے رہا کریں گے' اس کے جواب میں مسلمان، انکی پوری حفاظت کریں گے۔(۵)...... پے در پے شکستوں کے بعد' رومیوں کی قوت کمزور ہوگئی تھی۔ لیکن ہاتھوں سے نکلے ہوئے ملک کا غم' ان کے دل سے نہ جاتا تھا ۔آخری آزمائش کے طور پر' 31ھ میں' قیصر روم نے پانچ سو جہازوں کے بیڑے کے ساتھ' ساحل شام پر ہجوم کیا۔ حضرت امیر معاویہ نے رومیوں کو شکست فاش دی اور رومیوں کا تباہ حال لشکر قسطنطنیہ واپس لوٹ گیا۔ 32ھ میں امیر معاویہؓ نے قسطنطنیہ پر حملہ کیا' بعض مورخین نے یزید کا نام لکھا ہے اور 33ھ میں اناطولیہ کے قلعے ''حسن المرأۃ'' پر قبضہ کیا۔ کچھ عرصہ بعد اہل قبرص نے بغاوت کر دی۔ تو حضرت امیر معاویہ نے حضرت عثمانؓ ذوالنورین کی اجا ت سے بحری بیڑہ تیار کیا' اس سے قبل' رومیوں کے بحری حملوں کا مسلمانوں کے پاس کوئی جواب نہ تھا' اس بحری بیڑہ' سے مسلمانوں کی بحری طاقت رومیوں کے مقابلے میں دو چند ہوگئی۔(۶)...... اس طرح حضرت عثمان غنی کے آخری دور میں اسلامی مملکت کی حدود' ہندوستان کی سرحد سے لیکر شمالی افریقہ کے ساحل اور یورپ کے صدر دروازہ تک وسیع ہوگئیں' حضرت عثمان کی شہادت کے بعد' حضرت علیؓ اور حضرت امیر معاویہؓ کی باہمی جنگوں کی وجہ سے' بلخ، ہرات، بوشنج، باذغیس اور کابل کے علاقے باغی ہو گئے ' حضرت امام حسن کی صلح کے بعد' حضرت امیر معاویہ نے دوبارہ باغی علاقوں پر قبضہ کیا اور ان ملکوں کا ایک چپا زمین بھی قبضہ سے نکلنے نہیں دی۔(۷)

۳۔تاریخ طبری ۳ ۴۔ابن اثیر جلد ۳ ۵۔فتوح البلدان بلاذری ۶۔فتوح البلدان بلاذری ۷۔فتوح البلدان بلاذری

مشرقی فتوحات :۔ حضرت امیر معاویہ خود بڑے تجربہ کار سپہ سالار تھے' یہ وصف انھیں' خاندانی وراثت میں ملا تھا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمان غنیؓ کے زمانوں میں' انھوں نے بہت فتوحات حاصل کیں تھیں۔ اس لیے ان کے عہد میں فتوحات میں کافی اضافہ ہوا ۔کابل کو فتح کرنے کے بعد، ہندوستان پر دوسمتوں سے فوج کشی کی، ایک قدیم راستہ سندھ سے' دوسری خیبر کے راستے سے' قلات، مکران، قندھار، بوقان، قیقان اور قصدار کے علاقے فتح ہوئے اور فتوحات کا یہ سلسلہ برابر چلتا رہا۔ (۸)...... 58-54ھ میں عبیداللہ بن زیاد نے ترکستان، خراسان، سعد، بخاری، راضی، نصف بیکند، قبق، سمرقند اور ترمذ کے علاقے فتح کیے۔ (۹)

شمالی افریقہ کی فتوحات: خلافت راشدہ ہی کے زمانہ میں، شمالی افریقہ کا بہت سا علاقہ فتح ہو چکا تھا' حضرت امیر معاویہ کے زمانہ میں اس میں بہت بڑا اضافہ ہوا۔ لواتہ، زناتہ، غدامس، سوڈان، تبرزت، جزیرہ جربہ، سوسہ، جلولہ کو فتح کیا۔ امیر معاویہ نے شمالی افریقہ میں بغاوتوں کا قلع قمع کرنے کے لئے قیروان شہر بسایا اور یہاں مسلمانوں کو آباد کر کے چھاؤنی قائم کی۔ (۱۰)

رومیوں سے معرکے: مسلمانوں کی سب سے بڑی حریف قسطنطنیہ کی رومی حکومت تھی ان کا زیادہ مقابلہ ان ہی سے رہتا تھا' مصر و شام کے ساحلی علاقے' ان کی زد میں تھے' کوئی سال بحری جنگ سے خالی نہیں جاتا تھا' ان کی روک تھام کے لئے، امیر معاویہ نے بحری بیڑہ قائم کیا تھا۔ قسطنطنیہ اس زمانہ میں مشرقی یورپ کا قلب تھا' امیر معاویہ نے بڑے اہتمام سے فوج کشی کی' رسول اللہ ﷺ نے قسطنطنیہ کی حملہ آور فوج کو جنت کی بشارت دے رکھی تھی' اس لئے بہت سے صحابہ ابوایوب انصاری، عبداللہ ابن عمر، عبداللہ ابن عباس وغیرہ اس جہاد میں شریک ہوئے، اسلامی بحری بیڑہ، بحر روم کی موجوں سے کھیلتا ہوا' باسفورس میں داخل ہوا' قسطنطنیہ رومیوں کا مرکز تھا' اس لئے رومیوں نے مدافعت میں پوری طاقت صرف کی' دونوں میں خون ریز معرکے ہوئے، قسطنطنیہ

۸۔ ابن اثیر جلد ۳ ۹۔ فتوح البلدان بلاذری ۱۰۔ المونس

کی فصیل بہت اونچی تھی ۔رومی اس کے اوپر سے مسلسل آگ برسا رہے تھے ۔اور مسلمان نشیب میں تھے ۔مسلمانوں کو بہت نقصان اٹھانا پڑا' اس محاصرہ میں میزبان رسول ابوایوب انصاری فوت ہوئے، یزید بن امیر معاویہ نے انکی وصیت کے مطابق' آپ کی لاش قسطنطنیہ کی فصیل کے پہلو میں وفنادی' اور رومیوں کو کہلا بھیجا کہ اگر تم نے اس قبر اور لاش کی بے حرمتی کی تو پھر اسلامی سلطنت کی حدود میں' کوئی عیسائی قبر محفوظ نہیں رہے گی ۔اور نہ کبھی ناقوس بج سکے گا (۱۱)......قسطنطنیہ اور جزیرہ قبرص کے علاوہ' رومیوں کے نہایت ہی سرسبز و شاداب جزیرہ' روڈس اور جزیرہ ارواڈ کو بھی فتح کیا گیا ۔اس طرح امیر معاویہؓ نے چونسٹھ لاکھ مربع میل پر اسلامی حکومت قائم کر کے، دین و عمل، سیاست وقوت' دولت و ثروت کے لحاظ سے، دنیا کی تمام اقوام و ادیان پر غالب کر کے، آنحضرت کی بعثت کے مقصد۔ **ھوالذی ارسل رسولہ بالھدی ودین الحق لیظھرہ' علی الدین کلہ** کی تکمیل فرمادی تھی۔

یزید کی ولی عہدی:۔ مغیرہ بن شعبہ جو اصحاب شجرہ میں ہیں ۔انہوں نے امیر معاویہؓ کو مشورہ دیا کہ خلافت کا مسئلہ اپنی زندگی میں ہی طے کر جائیں، حضرت عثمان کی شہادت کے بعد، مسلمانوں میں اختلاف، جنگ و جدال اور جو خون ریزی ہوئی ہے ۔وہ آپ کی نگاہوں کے سامنے ہے ۔اس لیے میری رائے یہ ہے کہ اسلامی سلطنت کی تمام اعلیٰ شخصیات، تمام عمال اور سپہ سالاروں کے مشورہ سے یزید کی ولی عہدی کی بیعت لیکر' اسے جانشین بنادیا جائے، تاکہ جب آپ کا وقت آئے' تو مسلمانوں کیلئے ایک سہارا اور جانشین موجود ہو' اور ان میں خونریزی اور فتنہ وفساد برپا نہ ہو ۔اس مشورہ کے بعد حضرت امیر معاویہؓ نے ریاست کے مختلف صوبوں کے امراء اور سپہ سالاروں کو لکھا۔

''اب میں ضعیف ہوگیا ہوں' میرے قویٰ کمزور ہو گئے ہیں ۔معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کی بھلائی کیلئے اپنی زندگی ہی میں اپنا جانشین بنا جاؤں' اس معاملہ میں' تمہارا مشورہ ضروری ہے ۔اس کو صاحب آراء لوگوں کے سامنے پیش کرو' اور وہ جو جواب دیں' وہ مجھے لکھو''۔

۱۱۔ بلاذری۔ ابن اثیر۔ استیعاب جلد۳

روایت میں ہے کہ اکثر امراء مملکت نے یزید بن معاویہ کے حق میں رائے پیش کی، کوفہ، بصرہ، شام، مکہ و مدینہ اہم تھے کوفہ، بصرہ، شام کے باشندوں نے یزید کی بیعت کرلی لیکن سب سے اہم معاملہ حجاز کا تھا، کہ مہاجرین وانصار کی باقیات صحابہ کرام اور صحابہ زادے زیادہ تر یہیں تھے امیر معاویہ نے خود حجاز کا سفر کیا عوام الناس نے یزید کے خلافت کو قبول کرلیا امیر معاویہ کو عبداللہ بن عمر، عبداللہ ابن عباس، حسین ابن علی، عبداللہ بن زبیر اور عبدالرحمٰن بن ابوبکرؓ سے مخالفت کا خطرہ تھا امیر معاویہ ان سب سے الگ الگ ملے ان میں سے اول الذکر چار بزرگوں نے جواب دیا کہ تمام لوگوں نے یزید کی بیعت کرلی تو ہمیں کوئی عذر نہیں ہوگا۔ اس طرح گویا امیر معاویہ نے ان چار آدمیوں سے الگ الگ بیعت کرنے کا وعدہ لے لیا البتہ عبدالرحمٰن بن ابوبکر سے تلخ کلامی ہوگئی ابن اثیر کا بیان ہے کہ امیر معاویہ کی آمد کی خبر سن کر یہ پانچوں آدمی مکہ سے مدینہ چلے گئے۔

علالت: 60ھ میں امیر معاویہ مرض الموت میں مبتلا ہوئے اس وقت آپ کی عمر اٹھہتر سال تھی اس وقت یزید محاذ جنگ پر گیا ہوا تھا دمشق میں موجود نہیں تھا اس لئے آپ نے اس کو آئندہ خطرات اور طرز عمل کے متعلق یہ وصیت نامہ لکھوایا۔

جان پدر! میں نے تمہاری راہ کے تمام کانٹے ہٹا کر تمہارے لئے راستہ صاف کردیا میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ اہل حجاز (مکہ مدینہ) کے حقوق کا ہمیشہ خیال رکھنا کہ وہ تمہاری اصل اور بنیاد ہیں جو حجازی تمہارے پاس آئے اس سے حسن سلوک کے ساتھ پیش آنا اس کی عزت کرنا، اس پر احسان کرنا اور جو نہ آئے اس کی خبر گیری کرتے رہنا اہل عراق (کوفہ بصرہ) کی ہر خواہش پوری کرنا اگر وہ روزانہ عاملوں کا تبادلہ چاہیں تو روزانہ کردینا کہ عمال کا تبادلہ تلواروں کے بے نیام ہونے سے بہتر ہے شامیوں کو اپنا مشیر بنانا ان کا خیال ہر حال میں مدنظر رکھنا جب تمہارا کوئی دشمن تمہارے مقابلہ میں آئے، ان سے مدد لینا لیکن کامیاب ہونے کے بعد ان کو فوراً واپس بلالینا ورنہ دوسرے مقام پر زیادہ ٹھہرنے سے، ان کے اخلاق بدل جائیں گے۔

سب سے اہم معاملہ خلافت کا ہے اس میں حسین بن علی، عبداللہ بن عمر، عبدالرحمٰن بن

ابی بکر اور عبداللہ ابن زبیر کے علاوہ' تمہارا کوئی حریف نہیں' عبداللہ بن عمر سے کوئی خطرہ نہیں' انہیں زہد و عبادت کے علاوہ کسی اور چیز سے واسطہ نہیں' عام مسلمانوں کی بیعت کے بعد انہیں کوئی عذر نہیں ہوگا' عبدالرحمٰن بن ابی بکر میں ذاتی حوصلہ و ہمت نہیں ہے' جو ان کے ساتھی کریں گے' وہ اسکی پیروی کریں گے' البتہ حسین بن علی کی جانب سے خطرہ ہے اہل عراق انہیں تمہارے مقابلہ میں لاکر چھوڑ دیں گے' جب وہ تمہارے مقابلہ میں آئیں اور تم کو ان پر قابو حاصل ہو جائے' درگزر سے کام لینا کہ وہ قرابت دار، بڑے حقدار اور رسول اللہ کے عزیز ہیں جو شخص لومڑی کی طرح مکر دیکر شیر کی طرح حملہ کرے گا' وہ عبداللہ بن زبیر ہے' اگر وہ صلح کرلیں' تو بہت اچھا' ورنہ قابو پانے کے بعد ان کو ہرگز نہ چھوڑنا۔ (۱۲)۔

ذاتی وصیتیں: درج بالا وصیت نامہ کی تکمیل کے بعد اہل خانہ سے کہا۔

''خدا کا خوف کرتے رہنا، خوف کرنے والوں کو خدا مصائب سے بچائے گا' جو خدا سے نہیں ڈرتا اس کا کوئی مددگار نہیں' پھر اپنے ذاتی مال' میں سے آدھا بیت المال میں جمع کرنے کا حکم دیا (۱۳)۔ تجہیز و تکفین کے متعلق یہ وصیت کی' کہ رسول اللہ صلعم نے مجھے ایک کرتہ مرحمت فرمایا تھا' اس کو اس دن کے لئے' میں نے محفوظ کر رکھا تھا' آپ صلعم کے موئے مبارک اور ناخن شیشہ میں محفوظ ہیں' اس کرتہ میں مجھے کفنانا اور ناخن اور موئے مبارک کو آنکھوں اور منہ میں رکھ دینا' شاید خدا اس کے طفیل میں اس کی برکت سے' مغفرت فرما دے (۱۴)۔ ان وصیتوں کے بعد 22 رجب 60ھ میں انتقال کیا' وصیت کے مطابق تجہیز و تکفین ہوئی، ضحاک بن قیس نے نماز جنازہ پڑھائی اور عرب کے اس مدبر اعظم، فاتح عرب و عجم' رسول اللہ صلعم کی بیوی ام حبیبہ کے بھائی' کاتب وحی' رسول اللہ کے سیکرٹری اور رازدان اور عاشق رسول کو دمشق کی سرزمین میں سپرد خاک کیا گیا۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون) انتقال کے وقت آپ کی عمر اٹھہتر سال تھی اور مدت خلافت تقریباً پچیس سال بنتی ہے' جو اسلامی تاریخ میں اتنے وسیع رقبہ پر کسی کو بھی نصیب نہیں ہوئی۔

امیر معاویہ کے نظام خلافت پر تبصرہ: امیر معاویہ کا نظام خلافت،

۱۲۔ یہ وصیت تاریخ طبری جلد ۵ کے بیان کا خلاصہ ۱۳۔ طبری جلد ۷ ۱۴۔ طبری جلد ۷

تقویٰ وسادگی کے اعتبار سے خلافت راشدہ کی طرح تو نہیں تھا' البتہ اس کا ظاہری ڈھانچہ وہی رہا' بلکہ امیر معاویہ نے اس کو مختلف حیثیتوں سے ترقی دی' مسلسل باہمی خانہ جنگی کے بعد' اندرونی اور بیرونی مخالف طاقتوں کو ختم کر کے' امن وسکون پیدا کیا' بغاوتیں فرو کیں' نئے ملک فتح کئے، بہت سے نئے شعبے قائم کئے اور اپنے بعد دنیا' کی سب سے بڑی وسیع اور طاقتور حکومت چھوڑ کر گئے' امیر معاویہ کی حکومت میں مہاجرین وانصار کی شوریٰ تو نہ تھی' لیکن ان کے عہد حکومت میں، ہر اہم کام عرب کے نامور مدبروں کے مشورہ سے انجام پاتا تھا' فوج کی سپہ سالاری کئی پشتوں سے، آپ کے خاندان میں چلی آ رہی تھی' اس لئے امیر معاویہ کے زمانہ میں' بری فوج میں نمایاں ترقی ہوئی۔ بحری فوج قائم کی گئی اور پانچ سو جہازوں کے' کئی بحری بیڑے قائم کر کے، سمندر میں بھی مسلمانوں کی بالادستی قائم کی' جگہ جگہ جہاز سازی کے کارخانے قائم کئے' موسم اور مختلف ملکوں کی آب وہوا کے اعتبار سے' سرمائی اور گرمائی الگ الگ فوج تیار کی' بہت سے نئے قلعے بنوائے اور پرانے قلعوں کی مرمت کرائی' شام اموی حکومت کا پایہ تخت تھا' اسے سب سے زیادہ رومیوں کے حملوں کا خطرہ تھا' اس لئے اس ملک شام کو قلعوں سے مستحکم کیا' اس کے علاوہ انطرطوس، بلنیارس اور مرقیہ میں نئے قلعے بنوائے اور رومیوں کے پرانے قلعوں کو دوبارہ تعمیر کیا' منجنیق کا استعمال، مسلمانوں میں پہلی مرتبہ' امیر معاویہ کے عہد میں ہوا' ملک کے اندرونی نظام اور قیام امن کے لئے پولیس کا باقاعدہ محکمہ بنایا' عراق جہاں فتنہ وفساد رہتا تھا' وہاں امن وامان کا یہ حال تھا' کہ کوئی شخص راستہ میں گری چیز 'اٹھانے کی ہمت نہیں کر سکتا تھا' راتوں کو عورتیں گھروں کے کواڑ کھول کر سوتی تھیں' امیر معاویہ نے ایک مرتبہ اپنے ملک کے امن وامان کا جائزہ لینے کے لئے' ایک خوبصورت دوشیزہ کو زیورات سے لاد کر، اکیلے، ملک کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک چلنے کا حکم دیا' سفر میں کئی مہینے' کئی موسم، کئی راتیں اور دیگر نشیب وفراز آئے۔ لیکن کسی کو اس کی طرف میلی آنکھ دیکھنے کی جرات نہیں ہوئی 'عراق کے والی زیاد کا دعویٰ تھا کہ کوفہ سے خراساں تک' رسی کا ٹکڑا ضائع ہو جائے' تو مجھے معلوم ہو جائے گا کہ کس نے لیا ہے؟ ایک دفعہ اس نے کسی گھر سے گھنٹہ بجنے کی آواز سنی' معلوم ہوا کہ گھر

والے پہرہ دے رہے ہیں' زیاد نے کہا کہ اسکی ضرورت نہیں' اگر کسی کا مال ضائع ہو جائے' تو میں اس کا ذمہ دار ہوں۔ (١٥) یہ اس دنیا کا حال تھا' جہاں مسلح قافلے بھی محفوظ نہیں تھے' امیر معاویہ کے زمانہ میں پوری دنیا میں کوئی مسلمان بھیک مانگنے والا تھا اور نہ کوئی غلام تھا۔ (١٦)۔

امیر معاویہ نے سرکاری ڈاک اور خبر رسائی کیلئے باقاعدہ محکمہ ڈاک قائم کیا۔ اور اسی طرح سرکاری فرامین اور دستاویزات کی حفاظت کیلئے "دیوان خاتم" کے نام سے' ایک نیا شعبہ قائم کیا۔ امیر معاویہ نے اپنے عہد خلافت میں نظام حکومت کے ساتھ، رعایا پروری کے بھی بہت کام کئے' زراعت کی ترقی کیلئے بہت سی نہریں بنوائیں۔ جن میں کظامیہ، ارزق، شہدا اور بخاری کی نہریں بہت مشہور ہیں۔ اس سے قحط کا خطرہ جاتا رہا۔ امیر معاویہ نے بعض پرانے شہر دوبارہ آباد کئے اور بہت سے نئے شہر بسائے جن میں مرعش اور قیروان کے شہر بہت مشہور ہیں۔ فوجی چھاؤنیاں قائم کیں۔ حضرت امیر معاویہ نے انہیں اضافہ کیا۔ حضرت امیر معاویہؓ کے عہد میں' ذمیوں کے حقوق کی حفاظت میں' بڑا اہتمام اور معاہدوں کا پورا احترام کیا جاتا تھا۔ حضرت امیر معاویہ' اسلام کی نشر و اشاعت، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا بھی خاص خیال فرماتے تھے۔ ان کے عہد میں مختلف ممالک کے لوگوں کی بہت بڑی تعداد دائرہ اسلام میں داخل ہوئی' اور آج تیرہ سو سال گزرنے کے بعد بھی، ان ہی علاقوں میں، مسلمانوں کی حکومتیں قائم ہیں۔ اور مسلمانوں کی تعداد زیادہ ہے، جو عہد امیر معاویہ تک فتح ہو چکے تھے، اسی طرح حرم کعبہ اور حرم مدینہ کی خدمت کیلئے غلام مقرر کئے اور ملک کے طول و عرض میں، بہت ساری تاریخی مساجد تعمیر ہوئیں۔

ذاتی فضل وکمال: علمی اعتبار سے حضرت امیر معاویہؓ کا صحابہ کرام میں' نمایاں مقام تھا' ابتداء سے لکھنے پڑھنے میں مہارت ہونے کی وجہ سے' رسول اللہ ﷺ نے' انہیں کاتب وحی بنایا تھا' مذہبی علوم میں اس قدر دسترس تھی کہ صاحب فتاویٰ صحابہ میں شمار ہوتا تھا' حضرت عبداللہ ابن عباس جو علوم قرآنیہ میں سب سے نمایاں تھے' وہ ان کے تفقہ فی الدین اور قرآن مجید کی تفسیر و تاویل کے معترف تھے۔ (١٧)۔

١٥۔ ابن اثیر جلد ٦ ١٦۔ تاریخ طبری جلد ٧ ١٧۔ بخاری شریف مناقب معاویہ

163 احادیث آپ سے مروی ہیں' عبداللہ ابن زبیر اور عبداللہ ابن عباس کے نام بھی امیر معاویہ سے روایت کرنے والوں میں ہیں' شعروادب کا شوق تھا' فصیح و بلیغ تقریر فرماتے تھے' مسلمانوں میں سب سے پہلے' امیر معاویہ نے فن تاریخ پر ''قدیم تاریخ'' کے نام سے کتاب لکھوائی۔

خشیت الٰہی: امیر معاویہ میں خلفا راشدین جیسا زہد و تقوی تو نہ تھا' تاہم وہ صحابی رسول تھے' اس لئے ان کا دامن اخلاقی فضائل و کمالات سے خالی نہ تھا' ان کا دل خشیت الٰہی اور مواخذہ آخرت کے خوف سے لرزہ براندام رہتا تھا' قیامت کے عبرت آموز واقعات سن کر زار و زار روتے تھے۔ (۱۸)۔ امیر معاویہ کو دنیاوی آزمائشوں کا پورا احساس تھا' ان پر ندامت و پشیمان ہوتے تھے' مرض الموت میں آزمائشوں کو یاد کر کے کہتے تھے'' کاش میں ذی طویٰ کا ایک معمولی قریشی ہوتا' ان معاملات میں نہ پڑتا''۔ (۱۹)۔

فیاضی: حضرت امیر معاویہؓ کی فیاضی' امہات المومنین تک محدود نہ تھی' بلکہ صحابہ کرام، اکابر قریش اور رعایا کے دوسرے لوگوں پر بھی ابر کرم برابر برستا رہتا تھا' حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ ابن زبیر، عبداللہ ابن عمر اور آل ابی طالب کے افراد' امیر معاویہ کے بڑے مخالفوں میں تھے' یہ بزرگ انہیں برا بھلا کہتے' امیر معاویہ ضرورت کے وقت پر پھر بھی' ان کی مدد کرتے تھے (۲۰)۔ ایک مرتبہ حضرت علی کے بھائی' عقیل کو چالیس ہزار کی ضرورت تھی' انہوں نے اپنی ضرورت کو امیر معاویہ کے سامنے بیان کیا' ایک شخص نے بتایا کہ عقیل بھرے مجمعوں میں' آپ کو اور آپ کے باپ ابوسفیان کو برا بھلا کہتے ہیں' امیر معاویہ نے یہ سب کچھ سنا' مگر اس کے باوجود مطلوبہ رقم پیش کر دی۔ (۲۱)۔ حضرت امیر معاویہ نے تمام صحابہ کے وظائف مقرر کر رکھے تھے' حضرت ابن عباس' امیر معاویہ کے مخالف ہونے کے باوجود' آپ کی فیاضی کے معترف تھے۔ حلم ان کا سب سے بڑا اور ممتاز وصف تھا۔ جو تاریخی مسلمات میں سے تھا۔ آپ کے حلم کے بہت سے واقعات فخری اور تاریخ طبری نے نقل کئے ہیں' وہ اکثر فرمایا کرتے تھے' جہاں میرا کوڑا کام دیتا ہے وہاں

۱۸۔ ترمذی شریف ۱۹۔ طبری جلد ۷ ۲۰۔ فخری ۲۱۔ اسد الغابہ

میں تلوار کام میں نہیں لاتا اور جہاں زبان کام دیتی ہے' وہاں کوڑا کام میں نہیں لاتا۔ اگر میرے اور لوگوں کے درمیان بال برابر بھی رشتہ قائم ہو تو میں اسکو نہیں توڑتا۔

رعایا کی داد رسی: عدل وانصاف کے قیام میں' امیر معاویہ کو اتنا اہتمام تھا کہ وہ دربار میں آنے سے پہلے' روزانہ مسجد میں جا کر' رعایا کے کمزوروں' دیہاتی عورتوں' بچوں اور لاوارث لوگوں کی شکایات سنتے تھے' اور اسی وقت تدارک کا حکم دیتے تھے' اور دربار میں اشراف سے کہتے کہ تم لوگوں کو دربار میں شرف عطا کیا گیا ہے' اس لئے جو لوگ میرے پاس نہیں پہنچ سکتے انکی ضروریات مجھ سے بیان کیا کرو۔

رسالت مآب اور امیر معاویہ: امیر معاویہ' آنحضرت ﷺ کی زوجہ محترمہ ام المومنین حضرت ام حبیبہؓ کے حقیقی بھائی تھے' ایک دفعہ حضور نے اُم حبیبہ سے فرمایا! **فان اللہ ورسولہ یحبانہ**) اللہ اور اس کا رسول معاویہ سے محبت کرتے ہیں' اس رشتہ کے لحاظ سے' حضور امیر معاویہ کے بہنوئی اور امیر معاویہ' حضور کے برادر نسبتی تھے' دوسرا رشتہ امیر معاویہ کا حضورؐ کے ساتھ یہ ہے' کہ حضرت امیر معاویہ کی بیوی قریبہ الصغریٰ' حضور ﷺ کی زوجہ محترمہ ام سلمٰی کی بہن تھیں' اس رشتہ کے اعتبار سے' حضور ﷺ اور امیر معاویہ ہم زلف تھے' تیسرا رشتہ یہ ہے کہ آنحضرت صلعم کے نواسے اور حضرت عثمان غنی اور حضور کی بیٹی ام کلثوم کے بیٹے' عبداللہ کی شادی حضرت امیر معاویہ کی بیٹی رملہ کے ساتھ ہوئی تھی۔

حضرت علیؓ اور امیر معاویہؓ: جنگ صفین کے بعد کسی نے' حضرت علی کے سامنے' امیر معاویہ کو برا بھلا کہنا شروع کیا' حضرت علی نے فرمایا' معاویہ کو برا بھلا نہ کہو' جب معاویہ تمہارے درمیان سے اٹھ جائیں گے' تو تم دیکھو گے کہ بہت سے سر تن سے جدا ہو جائیں گے (۲۲) ایک موقع پر حضرت علی نے فرمایا" معاویہ میرا بھائی ہے ہم اسکی برائی پسند نہیں کرتے" حضرت امیر معاویہ نے جب حضرت علی کی شہادت کی خبر سنی تو کھانا پینا چھوڑ دیا' کافی دیر پریشان رہے' کچھ عرصہ بعد حضرت علی کے خادم' فرار اسدی ملک شام آئے' تو حضرت امیر معاویہ نے بلا کر

۲۲۔ تاریخ الخلفاء

فرمایا' بھائی ضرار' علی کی شان بیان فرماؤ'' جب اس نے حضرت علی کے کمالات وفضائل بیان کئے' تو حضرت امیر معاویہ مجمع میں بار بار اٹھ کر کہتے تھے' خدا کی قسم! علی اس سے بھی اچھے تھے' حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد، امیر معاویہ نے حضرت علی کی منقبت میں' مشاعرہ منعقد کیا' ایک شاعر نے جب حضرت علی کی تعریف میں' اعلیٰ قسم کے اشعار پڑھنے شروع کئے' تو امیر معاویہ بار بار اٹھ کر کہتے تھے' خدا کی قسم! علیؓ اس سے بھی اچھے تھے' اس کے بعد اس شاعر کو ستر ہزار درہم انعام دیا۔

امام حسنؓ اور امیر معاویہؓ: امام حسن نے خلافت سے دستبردار ہونے سے چند روز قبل فرمایا! ''میں معاویہ کو ان لوگوں سے بہتر سمجھتا ہوں' جو اپنے آپ کو شیعان علی کہتے ہیں'' (۲۳) اس زمانہ میں شیعہ سیاسی اصطلاح تھی' حضرت علی کے طرفداروں کو شیعان علیؓ کہتے تھے اور امیر معاویہ کے طرفداروں کو شیعان امیر معاویہ کہا جاتا تھا' امام حسن فرمایا کرتے تھے' جو امیر معاویہ کو برا کہتا ہے' اس پر لعنت ہے' (۲۴) مقام سکن پر جب قیس بن سعد بن عبادہ کی کوشش سے' امام حسن نے امیر معاویہ کے ہاتھ پر بیعت کرلی' تو امیر معاویہ امت مسلمہ کے متفقہ خلیفہ قرار پائے۔

امام حسینؓ اور امیر معاویہؓ: حضرت امام حسنؓ کے ساتھ امام حسینؓ نے بھی امیر معاویہ کے ہاتھ پر بیعت کرلی تھی' کوفیوں نے آپ کو بہت ورغلایا کہ معاویہ کی بیعت توڑ دیں' لیکن آپ نے صاف انکار کردیا' اور فرمایا'' میں نے معاویہ کے ہاتھ پر بیعت کرلی ہے اور عہد کرلیا ہے' اب میرے لئے بیعت توڑنا مشکل ہے'' امام حسینؓ ایک مرتبہ امیر معاویہ کے پاس تشریف لائے' اس وقت امیر معاویہ دمشق کی جامع مسجد میں خطبہ دے رہے تھے' امام حسینؓ نے فرمایا'' اے آل محمد کے گروہ! آخرت کے دن جو کلمہ توحید پڑھتا ہوا آئے گا' وہ بخشا جائیگا'' حضرت امیر معاویہ نے پوچھا'' آل محمد کون ہیں؟'' تو امام حسین نے فرمایا'' جو ابوبکر، عمر، عثمان، علی اور معاویہ کو گالیاں نہیں دیتے'' مشہور شیعہ مورخ اپنی کتاب عمدۃ المطالب میں لکھتا ہے' عقیل بن ابی طالب' حضرت علی کے بڑے بھائی تھے' مالک الاشتر کی کارستانیوں سے تنگ آکر' اپنے بھائی علی سے' ان کے عہد

خلافت میں الگ ہو گئے تھے' جنگ صفین میں امیر معاویہ کے ساتھ تھے' بعض شیعہ دوست کہتے ہیں 'عقیل مال و دولت کی لالچ میں معاویہ کے پاس چلے گئے تھے' گویا ان کے نزدیک' رسول اللہ کے چچازاد اور حضرت علی کے حقیقی بھائی' جو بعض روایات کے مطابق مہاجرین میں سے تھے' اور مجاہد بھی 'وہ (نعوذ باللہ) دنیادار' اور لالچی تھے' اس طرح تو پھر امام حسنؓ اور امام حسینؓ بھی اس زد سے محفوظ نہیں رہیں گے۔

حضرت عبداللہ ابن عباس اور امیر معاویہ:۔ مفسر قران' حضور صلعم اور حضرت علی کے چچازاد بھائی عبداللہ' جنگ صفین میں حضرت امیر معاویہ کے خلاف' دس ہزار لشکر کے افسر اعلیٰ تھے' لیکن حضرت علی کی شہادت کے بعد' امیر معاویہ کے بہت بڑے مداح اور ثنا خوان ہو گئے تھے' صحیح بخاری میں ہے ایک دفعہ کسی نے امیر معاویہ پر تنقید کی' یہ بے ساختہ بول اٹھے' انہیں کچھ نہ کہو وہ رسول اللہ کے صحابی ہیں' بہت بڑے فقیہی اور مجتہد ہیں' ایک دفعہ ابن عباس دمشق سے واپس آئے' تو اہل مدینہ سے فرمایا ''معاویہ کا حلم اس کے غضب اور فیاضی اس کے بخل پر غالب ہے'۔ وہ صلہ رحمی کرتے ہیں' قطع رحمی نہیں کرتے' لوگوں کو ملاتے ہیں' جدا نہیں کرتے' میرے ساتھ ان کے تمام معاملات درست رہے''۔

عبداللہ ابن جعفر طیارؓ اور امیر معاویہ:۔ آپؓ بڑے بزرگی والے اہلبیت کے چشم و چراغ تھے' آغوش رسالت کے پروردہ اور جعفر طیار کے لخت جگر تھے' فاطمہ و علی کے داماد اور حسنین کریمین کے بہنوئی تھے' جنگ صفین میں یہ بھی ابن عباس کی طرح، امیر معاویہ کے مقابلہ میں، دس ہزار فوج کی کمان کر رہے تھے۔ لیکن صلح و مصالحت کے بعد، ان کے تعلقات بھی، امیر معاویہ کیساتھ انتہائی خوشگوار اور دوستانہ ہو گئے تھے، ان کے تعلقات کا اندازہ یوں لگایا جا سکتا ہے کہ انہوں نے اپنی صاحبزادی سیدہ ام محمد کا نکاح امیر معاویہ کے بیٹے کے ساتھ کر دیا تھا۔ اور اپنے لڑکے کا نام معاویہ رکھا (۲۵)۔ سانحہ کربلا کے بعد، جب اہل بیت کا لٹا پٹا قافلہ دمشق آیا تو زینب نے دمشق کو ہی

۲۵۔ جلاء العیون

اپنا مسکن بنالیا تھا اور اپنی بیٹی ام محمد کے پاس بقیہ زندگی گزاری' یہی وجہ ہے کہ سانحہ کربلا کے اس اہم کردار، حضرت زینب بنت علی کا مزار شریف، دمشق میں ہے۔

مذکورہ واقعات یہ بتانے کیلئے کافی ہیں کہ امیر معاویہ اور اہل بیت میں کوئی ذاتی دشمنی اور عداوت نہیں تھی۔ ان دونوں کو سبائی گروہ نے آمنے سامنے کھڑا کر دیا تھا۔ حقیقت حال کھل کر سامنے آنے کے بعد، یہ سابقہ رنجش کو بھلا کر' دوبارہ شیر وشکر ہو گئے تھے۔

صحابہ کرامؓ اور امیر معاویہ:۔ حضرت عمر فاروقؓ فرماتے تھے۔ جب امت میں تفرقہ اور فتنہ فساد برپا' دیکھو' تو معاویہ کی اتباع کرو۔ معاویہ کی عیب جوئی سے مجھے معاف رکھو۔ حضرت عمر فاروقؓ فرماتے ہیں کہ میں نے معاویہ سے بہتر کسی کو سردار نہیں پایا' عمیر بن سعد فرماتے ہیں۔ اے لوگو! معاویہ کا ذکر، بھلائی کے ساتھ کرو۔ عبداللہ ابن عباس فرماتے ہیں کہ میں نے حکومت کے لئے معاویہ سے بہتر کوئی نہیں پایا۔ (۲۶)۔

ائمہ اسلام کی رائے:۔ امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہؓ نے حضرت علیؓ کے ساتھ صلح میں ابتدا کی تھی' امام مالک فرماتے ہیں کہ امیر معاویہؓ کو برا کہنا ایسا ہے، جیسا ابو بکر و عمرؓ کو' امام شافعی فرماتے ہیں کہ امیر معاویہؓ اسلامی حکومت کے بہت بڑے سردار تھے۔ امام حنبلؒ فرماتے ہیں کہ اگر تم امیر معاویہؓ کے کردار کو دیکھتے' تو بے ساختہ کہہ اٹھتے، بے شک یہی مہدی ہیں۔ بخاری شریف میں ہے کہ حضرت امیر معاویہؓ صاحب فضیلت صحابی ہیں۔ شیخ عبدالقادر جیلانی فرماتے ہیں۔ کہ امیر معاویہ کے گھوڑے کی دھول، مجھ پر پڑ جائے تو یہی میری نجات کے لئے کافی ہے۔

قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ امیر معاویہ آنحضرت کے برادر نسبتی اور کاتب وحی ہیں۔ جو ان کو برا کہے' اس پر لعنت ہو۔ امام ابن خلدون فرماتے ہیں کہ امیر معاویہؓ کے حالات زندگی کا خلفائے اربعہ کے ساتھ ذکر کرنا ہی مناسب ہے' کیونکہ آپ بھی خلیفہ راشد ہیں' ملا علی قاری فرماتے

۲۶۔ تاریخ طبری

ہیں کہ امیر معاویہ مسلمانوں کے امام برحق ہیں، ان کی برائی میں جو روائیتیں لکھی گئی ہیں وہ سب کی سب جعلی اور بے بنیاد ہیں' امام ربیع بن نافع فرماتے ہیں کہ امیر معاویہؓ اصحاب رسول کے درمیان پردہ ہیں' جو یہ پردہ چاک کرے گا' وہ تمام صحابہ پر لعن وطعن کا دروازہ کھولے گا۔ خطیب بغدادی فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ مرتبہ میں امیر معاویہ سے افضل ہیں۔ لیکن دونوں رسول ﷺ کے صحابی ہیں' بلکہ مملکت اسلامیہ کے دوستون ہیں۔ ان کے باہمی اختلاف کے فتنہ کا تمام گناہ سبائی فرقہ کے سر ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی فرماتے ہیں کہ امیر معاویہ حقوق اللہ اور حقوق العباد کے پورا کرنے میں خلیفہ عادل تھے' اختلاف کے موقع پر بھی' نصف صحابہ کی تائید انہیں حاصل تھی۔

شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں کہ تم لوگ امیر معاویہؓ کی بدگمانی سے بچو۔ وہ جلیل القدر صحابی ہیں' بڑے رتبہ، فضیلت اور عظمت و مرتبت والے ہیں۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ امیر معاویہؓ کی عظمت و مرتبت ایک مسلمہ حقیقت ہے۔ ان پر بدگمانی سے اسلاف کی توہین لازم آتی ہے۔

مولانا رشید احمد گنگوہی فرماتے ہیں کہ امیر معاویہ جلیل القدر صحابی ہیں، جنہوں نے حضور کی خدمت میں منفرد حصہ لیا۔ مولانا نذیر احمد دہلوی فرماتے ہیں کہ امیر معاویہ نے کبھی کفر کی حالت میں تلوار نہیں اٹھائی' قبول اسلام کے بعد، اسلام کی بے مثال خدمت کی۔

مولانا امجد علی بدایونی فرماتے ہیں کہ جو امیر معاویہ' ان کے والد ابوسفیان اور والدہ ہندہ کی برائی بیان کرتے ہیں۔ اس کا تعلق روافض کے ساتھ ہے۔ مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی فرماتے ہیں کہ جو شخص امیر معاویہ پر طعن کرے، وہ جہنمی کتا ہے، ایسے شخص کے پیچھے نماز حرام ہے وغیرہ وغیرہ۔

مستشرقین اور امیر معاویہؓ:۔

''آپ (معاویہ) نے طاقت سے نہیں، نرمی، بردباری اور خداداد ذہانت سے

فرمانروائی کی'' (انسائیکلو پیڈیا آف اسلام) پروفیسر ہٹی لکھتا ہے کہ'' معاویہ میں سیاسی حس اُپنے سے قبل تمام خلفاء سے قریباً زیادہ تھی۔ عرب مورخین کے نزدیک، ان کی سب سے بڑی خوبی حلم و بردباری تھی۔ وہ اپنی نرمی اور ملائمت سے دشمن کو غیر مسلح کر دیتے ہیں۔ (ہسٹری آف دی عزیز)

مشہور مغربی مفکر بروکلمن لکھتا ہے۔ امیر معاویہ نے اسلامی مملکت اور نظام حکومت کو ایک بار پھر فاروقی بنیادوں پر استوار کیا، جو باہمی خانہ جنگی سے درہم برہم ہو چکا تھا۔ (ہسٹری آف دی پیپلز)

محترم قارئین :۔

ایسے حلیم و بردبار انسان کے متعلق یہ کہنا کہ وہ (معاویہ) نعوذ باللہ حضرت علیؓ پر سب وشتم کرتے تھے۔ جبکہ حسنین کریمین نے مصالحت کر کے خلافت بھی ان کے سپرد کردی تھی۔ اب انھیں سب وشتم، کرنے یا کرانے کی کیا ضرورت پیش آئی تھی۔ امیر معاویہ کا امام حسینؓ کے بارے میں' وصیت نامہ ہی پڑھ لیں۔ ان حالات وواقعات کی موجودگی میں' کوئی بھی عقلمند اور منصف مزاج انسان تو یہ نہیں مان سکتا۔ اگر ایسا ہی ہوتا تو امام حسن صلح کی شرائط میں' سب سے پہلا مطالبہ یہ کرتے کہ آئندہ حضرت علیؓ اور اولادعلیؓ پر سب وشتم نہ کیا جائے، ان کا مطالبہ نہ کرنا' اس بات کی کھلی دلیل ہے۔ کہ ایسی کوئی بات نہیں تھی۔ اور حضرت امیر معاویہؓ کی طرف سے حضرت علیؓ پر سب وشتم کے تمام افسانے' یارلوگوں نے زیب داستان کیلئے تراشے ہیں۔ اس طرح کی باتیں ایک صحابی رسول ﷺ اور اتنے اعلیٰ منصب پر فائز انسان کیلئے' ویسے بھی بعید از عقل ہیں صرف انصاف شرط ہے۔

قرآن مجید اور امیر معاویہ:۔

سینکڑوں آیات قرآنیہ، جس میں اجمالی طور، پر تمام صحابہ کی مدح وستائش بیان کی گئی ہے ۔ان تمام آیات کے عموم میں بھی امیر معاویہ بطور خاص داخل ہیں۔ لیکن قرآن مجید میں بہت ساری آیات ایسی ہیں، جن میں تمکین دین اور غلبہ اسلام کا تذکرہ کیا گیا ہے، قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

هو الذی ارسل رسوله بالهدی و دین الحق لیظهره علی الدین کله

ترجمہ:۔(اللہ) وہ ذات ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا ہے، تا کہ وہ اس دین حق کو دنیا کے تمام ادیان پر غالب کر دے،

اس آیت سے معلوم ہوا کہ رسول ﷺ کی زندگی اور بعثت کا مقصد، دین اسلام کو دینا کے تمام ادیان پر غالب کرنا ہے، غلبہ تین طرح کا ہوتا ہے۔ اول دلیل کا غلبہ، یہ غلبہ رسول ﷺ کی زندگی میں دین اسلام کو حاصل ہو گیا تھا۔ اور یہ غلبہ قیامت تک باقی رہے گا۔ دوم طاقت وقوت کا غلبہ۔ یہ غلبہ قیصر و کسریٰ کی شکست کے بعد، حضرت عمرؓ کے زمانہ میں حاصل ہوا تھا۔ لیکن رقبہ اور افرادی قوت کے لحاظ سے دنیا کے اوپر کفر ہی غالب تھا۔ یہ تیسری قسم کا غلبہ، حضرت امیر معاویہؓ کے عہد خلافت میں حاصل ہوا ہے، جب پرتگال سے چین تک، شمالی افریقہ سے لے کر یورپ تک، 65لاکھ مربع میل پر اسلامی حکومت قائم ہوئی۔ اور پوری دنیا میں ایک مسلمان بھی، کسی کافر کے قبضہ میں غلام نہ رہا۔

ii بایدی سفرة, کرام, بررة

ترجمہ:۔ یہ قرآن معزز اور نیک کاتبوں کے، روشن ہاتھوں میں رہتا ہے

حضرت ابن عباسؓ اور دیگر تمام مفسرین کے مطابق، اس سے مراد فرشتے، انبیاء اور کاتبین وحی ہیں، جو قرآن مجید کے، ان صحیفوں کے لکھنے اور حفاظت کرنے پر مامور تھے۔ ان کی تعریف میں اللہ تعالیٰ نے تین لفظ استعمال کئے ہیں۔ ایک سفر......یعنی روشن، دوسرا کرام......یعنی معزز اور تیسرا ابار......یعنی نیک۔

پہلے لفظ میں کاتبین وحی کے ہاتھوں کی مدح سرائی کی گئی ہے، اور دوسرے لفظ سے یہ بتانا مقصود ہے کہ وہ کاتبین وحی، اتنے ذی عزت ہیں کہ جو امانت ان کے سپرد کی گئی ہے، اس میں ذرہ برابر خیانت کا صدور بھی، ان جیسی عظیم ہستیوں سے محال اور ناممکن ہے، اور تیسرا لفظ یہ بتانے کے لئے آیا ہے کہ ان صحیفوں کو لکھنے اور ان کی حفاظت کرنے میں، جو ذمہ داری ان کے سپرد کی گئی

ہے۔اس کا پورا حق، وہ پوری دیانت وامانت کے ساتھ انجام دیتے ہیں۔

اور یہ بات مسلم ہے کہ کاتبین وحیٔ میں حضرت امیر معاویہؓ کا نام بہت نمایاں ہے۔اب جس ہستی کو اللہ رب العزت، سفرۃ (روشن) کرام (معزز) بررہ (نیک) فرمارہے ہوں۔اسے اپنی عظمت وعزت اور رفعت وشان کے لئے کسی اور سند کی ضرورت نہیں ہے۔

حدیث رسول ﷺ اور امیر معاویہؓ

ارشاد نبوی ﷺ ہے **اول جیش یغزون البحر فقد او جبوا (بخاری شریف)**

ترجمہ:۔ جو لشکر سمندر میں، اسلام کی پہلی جنگ لڑے گا، اس پر جنت واجب ہے۔

نوٹ:۔ تاریخ اسلام میں پہلی بحری جنگ حضرت امیر معاویہؓ نے لڑی ہے۔

ارشاد نبوی ﷺ "صاحب سری من احباہ فقد نجاء و من ابغضہ فقد ھلك ترجمہ:۔ معاویہ میرا راز داں ہے۔ جس نے اس سے محبت کی، وہ کامیاب ہو گیا، اور جس نے اس سے بغض رکھا ہلاک ہو گیا۔

نوٹ:۔ امیر معاویہؓ رسول اللہ کے سیکرٹری تھے اور باہر کی خط وکتابت پر مامور تھے۔ متعدد آیات میں کفار ومنافقین کو راز داں بنانے اور دلی دوست بنانے کی سخت ممانعت کی گئی ہے، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ امیر معاویہؓ مومن کامل اور رسول ﷺ کے معتمد علیہ تھے۔

iii **قال النبی ﷺ "اللھم اجعل معاویۃ ھادیا و مھدیا و اھدبہ**

ترجمہ:۔ نبی ﷺ نے فرمایا کہ "اے اللہ! معاویہ کو ھادی بنا اور اس کے ذریعہ سے ہدایت کو عام فرما۔

iv **قال النبی ﷺ "اللھم علمہ معاویۃ الکتاب و الحساب وقہ العذاب۔**

ترجمہ:۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے "اے اللہ معاویہ کو حساب کتاب کا علم عطا فرما اور جہنم کی آگ سے بچا"۔

v **قال النبی ﷺ اللھم علمہ الکتاب و ممکن لہ فی البلاد وقہ العذاب**

ترجمہ:۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے "اے اللہ اس کو (معاویہؓ) قرآن کا علم سکھا اور ملکوں پر حکمران بنا اور دوزخ

کی آگ سے بچا۔

vi قال البنی ﷺ ادعومعاویته،فاحضروہ امرکم ،فانه قوی امین"۔

ترجمہ: معاویہ کو بلاؤ اور اس کے سامنے معاملہ پیش کرو، وہ بڑا قوی اور درست مشورہ دینے والا ہے اور نہایت ہی امانت دار ہے۔غلط مشورہ نہیں دے گا۔

vii قال النبی ﷺ "لا تذکرو امعاویة الا بخیر"

ارشاد نبوی ﷺ ہے معاویہ کا تذکرہ، خیر کے علاوہ نہ کرو۔

viii ارشاد نبوی ﷺ ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن' معاویہ کو اٹھائے گا' تو اس پر نور ایمان کی چادر ہوگی

ix ارشاد نبوی ﷺ ہے" جو بھی معاویہ سے لڑے گا، زیر ہوگا"

x قال النبی ﷺ "احلم من امتی معاویه "

ترجمہ:۔ میری امت میں، سب سے زیادہ حلم والا معاویہ ہے،

xi ارشاد نبوی ﷺ ہے:۔اے اللہ معاویہ کو علم سے بھر دے

xii ارشاد نبوی ﷺ ہے ۔اے معاویہ، جب تمہارے سپرد امارت کی جائے تو اللہ سے ڈرتے رہنا۔(حکومت کی بشارت)

مطاعن امیر معاویہؓ

امیر معاویہ کی مخالفت کے اسباب:۔ حضرت امیر معاویہؓ کی مخالفت کا ایک سبب یہ تھا کہ بنی ہاشم ملک کے کونے کونے تک پھیل گئے' تھے عراق، ایران اور مشرقی علاقوں میں صدیوں سے شاہ پرستی تھی۔ کہ بادشاہ کے انتقال کے بعد' اس کا بیٹا بادشاہ ہوتا تھا' اس لئے عوام الناس نے بنی ہاشم کے بزرگوں کو' رسول ﷺ کے ساتھ خاندانی تعلق ہونے کی وجہ سے ہاتھوں ہاتھ لیا۔ بنی ہاشم بڑی بڑی جاگیروں کے مالک ہوگئے تھے۔ اس لئے بنی ہاشم کے نوجوانوں میں خلافت کے جذبات ابھرنے شروع ہوگئے تھے۔ امیر معاویہ چونکہ اموی تھے۔ اور حضرت علیؓ کے خلاف صف آرائی کی تھی۔ ان حالات سے یہودی النسل عبداللہ بن سبا اور اس کی پارٹی نے بھرپور فائدہ اٹھایا۔ صحابہ کرام کے خلاف بدگمانیاں، حضرت عثمانؓ کے خلاف بے بنیاد پروپیگنڈے اور پھر شہادت اور جنگ جمل اور جنگ صفین وغیرہ کا اصل محرک یہی سبائی ٹولہ تھا۔ جب یہ منظم ہوگیا' تو عبداللہ بن سبا نے یہ نظریہ دیا کہ خلافت کے اصل حقدار حضرت علی تھے۔ خلفائے ثلاثہ اور بنوامیہ نے ان کا حق غصب کیا ہے۔ اس لئے ان پر تبرا واجب ہے۔ سبائیوں نے ان حالات سے بھرپور فائدہ اٹھاتے ہوئے، خلفائے بنوامیہ اور بالخصوص امیر معاویہ کو ہر طرح کے بے بنیاد الزامات کا نشانہ بنالیا' ممکن تھا کہ ان کی آواز کچھ عرصہ بعد دب جاتی۔ لیکن بنی عباس نے ان الزامات کو بنیاد بنا کر، حکومت کی تعمیر شروع کردی۔ بنو عباس آل محمد کی خلافت کا علم لے کر میدان میں نکلے' لیکن جب راستہ ہموار ہوگیا' تو خود خلافت پر متمکن ہوگئے۔ سیکڑوں افسانے تراش کر، بنوامیہ اور امیر معاویہ کے خلاف' نفرت کے جذبات پیدا کرنے کی کوشش کی گئی۔ ان ہی بنی عباس کے دور میں تاریخیں لکھی گئی ہیں۔ یہ تاریخ نویسی کا ابتدائی دور تھا۔ واقعات کی تحقیق وتنقید مورخ کا کام نہیں تھا۔ اس لئے صحیح واقعات کے ساتھ' بہت سے غلط واقعات بھی تاریخوں میں داخل ہوگئے۔ جن میں امیر معاویہؓ کے مثالب بھی ہیں۔ بھلا بنوامیہ کے خلاف، جن کی نفرت وعداوت کا یہ حال ہو کہ

بنوامیہ کی شکست کے بعد، ان کے افراد کو چن چن کر قتل کر دیا گیا ہو۔ خلفاء بنوامیہ کی قبریں کھدوا کر، ان کی ہڈیوں کو پھینک دیا گیا ہو۔ ہشام بن عبدالملک کی لاش سالم نکلی، اسے کئی دن تک سولی پر لٹکا کر جلوا دیا گیا۔ بنوامیہ کے ساتھ جن لوگوں کی دشمنی کا یہ حال ہو، ان کے عہد میں مشتہر کردہ واقعات اور ان کے عہد کی، مرتب شدہ تاریخوں کا کیا اعتبار کیا جا سکتا ہے۔

بنوامیہ کے خلاف غلط روایات کے اندراج کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ اس زمانہ میں شیعہ سنی اختلاف نے یہ مذہبی شکل اختیار نہیں کی تھی۔ اس کی حیثیت زیادہ تر سیاسی تھی۔ اس پر مذہب کا رنگ اتنا گہرا نہ تھا۔ اس لئے مؤرخین و محدثین تک' ان کی روایات قبول کرتے تھے۔ اس لئے صحاح ستہ میں بھی' شیعہ راویوں کی روایات موجود ہیں۔ اسی لیے بنوامیہ کے متعلق بھی، انکی روایات کتابوں میں داخل ہو گئیں ہیں۔ حدیث چونکہ دین کی بنیاد ہے، اس لئے اس کے پرکھنے کے لئے محدثین نے انتہائی محنت کے ساتھ، پانچ لاکھ راویوں کے حالات زندگی قلمبند کیے۔ اور علم روایت اور اسماء الرجال کا علم مرتب کیا۔ لیکن تاریخ کو پرکھنے کے لئے ضابطہ مرتب نہ کیا گیا۔ صحابہ کرامؓ اور بنوامیہ کے خلاف ہی نہیں، بلکہ اسلام اور عالم اسلام کے خلاف سب سے پہلا اور بڑا فتنہ، فتنہ سبائیت تھا۔ جس نے مسلمانوں کی وحدت کو، عقیدہ اور ملت کے حوالہ سے' پارہ پارہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ اسی فتنہ کی بدولت مسلمانوں میں شیعت، خارجیت اور معتزلیت کے فتنوں نے جنم دیا ہے۔ اس فتنہ کا بانی عبداللہ ابن سبا یہودی النسل تھا۔ اس نے مسلمانوں سے، مدینہ اور خیبر کے یہودیوں کا بدلہ لینے کی ٹھان لی تھی۔ اس نے مرکز مدینہ سے دور دراز، مفتوحہ علاقوں کا' ایک منافق گروہ اپنے ساتھ ملا کر، عامتہ المسلمین کو صحابہ کرامؓ، بالخصوص حضرت عثمانؓ، امیر معاویہؓ اور بنوامیہ کے خلاف بے بنیاد الزامات لگا کر بدظن کرنا شروع کر دیا۔ یہی فتنہ مسلمانوں کے درمیان تفرقہ اور جنگ و جدل کا سبب بنا تھا۔ اس کی بنیادی پالیسی یہ تھی کہ عامتہ المسلمین کو صحابہ کرام سے بدظن کر دیا جائے، تاکہ قرآنی تعلیمات اور احادیث رسول مشکوک ہو جائے۔ اور مسلمانوں کا اتحاد پارہ پارہ کر کے، انہیں مذہبی اور سیاسی اعتبار سے تقسیم کر دیا جائے۔

امت مسلمہ کا سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ وہ عربی زبان وادب سے بالکل عاری ہے ' جس کی وجہ سے براہ راست قرآن وحدیث سمجھ سکتے ہیں اور نہ استنباط کر سکتے ہیں ' سول تعلیم یافتہ طبقہ کی معلومات حاصل کرنے کا واحد ماخذ تاریخ ہے ' اور تاریخ کی تمام کتابوں کا سلسلہ چار کتابوں پر منتہی ہے۔ (i) سیرت ابن اسحاق (ii) واقدی (iii) طبقات ابن سعد (iv) تاریخ طبری

ان کے علاوہ تاریخ کی تمام کتابیں ' ان کے بعد میں لکھی گئی ہیں , ان میں جو واقعات مذکور ہیں وہ زیادہ تر ، ان چار کتابوں سے لئے گئے ہیں ' ان چار کتابوں کی حقیقت یہ ہے کہ ابن اسحاق کی کتاب کا تو وجود ہی نہیں ہے ، اور واقدی کی تمام روایات ، تمام ائمہ کے نزدیک جھوٹ کا انبار ہیں ' اور طبقات ابن سعد کی نصف سے زیادہ روایات واقدی کے ذریعہ سے ہیں ' اس لئے ان کا وہی رتبہ ہے ' جو واقدی کا ہے اور تاریخ طبری کی زیادہ تر روایات ، بلکہ نوے فیصد ' ابو مخنف بن یحییٰ سے منقول ہیں ۔ اس ابو مخنف کے متعلق تمام محدثین کا متفقہ فیصلہ ہے کہ کذاب رافضی ہے ۔ (۲۷)

اب ساری کتب تاریخ میں ، جو روایات ' صحابہ کرام ، امیر معاویہ اور بنو امیہ کے خلاف ہیں ' ان کے اصل ماخذ یہی چار کتابیں ہیں ، جن میں اکثر کذاب اور رافضی راویوں کی روایات ہیں ' جن کو قرآن کی سینکڑوں آیات اور احادیث کثیرہ صحیحہ کے مقابلہ میں پیش کر کے ، صحابہ کرام کو مطعون و مجروح کیا جاتا ہے۔

اب تو جہالت کا اتنا زور ہو گیا ہے کہ عام مسلمان یہ جاننا ہی نہیں چاہتا کہ دین کی ہر بات کے لئے قران وحدیث حجت اور دلیل ہیں۔ ایک زمانہ تھا ، قران حکیم کی آیات سن کر مسلمان پر رقت طاری ہو جاتی تھی ، آنکھوں سے آنسو ٹپکتے تھے (**وجلت قلوبهم**) اور دل دہل جاتے تھے لیکن آج مسلمان موسیقی اور راگ رنگ کا اتنا رسیا ہو گیا ہے کہ ان پڑھ اور جاہل لوگوں کی بنائی ہوئی شرکیہ نعتیں ، دوہے اور مرثیے ڈھولک اور طبلے سرنگی کی دھن پر ، خوبصورت آواز میں گا دینا ، سب سے بڑی دلیل سمجھتا ہے۔ عامۃ المسلمین پر موسیقی کی دھنوں پر ، خوبصورت آواز میں گائیکی پر وجد و سرور کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے ، خواہ اس نعت ، دوہے اور مرثیے کا معنی و مفہوم ، قرآن وحدیث اور اسلام

۲۷ ۔ میزان الاعتدال جلد ۲ ۔ سیرۃ النبی جلد ۲ ۔ لسان المیزان جلد ۴

کی اصل روح کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔ ہر فرقے اور جماعت نے اپنی شناخت کے لئے، مختلف قسم کے نعرے اپنی اپنی جماعت اور فرقے کے لوگوں کو رٹا رکھے ہیں، بلکہ اب تو حلوے اور چاولوں کی لالچ دیکر، بالکل بچپن میں ہی بچوں کے دل و دماغ میں راسخ کرا کر انہیں سمجھایا جاتا ہے کہ یہی نعرے ہمارے مذہب کا خلاصہ، نچوڑ اور روح ہیں۔ ان نعروں کے اعلان و اظہار سے، دین کے تمام تقاضے پورے کر کے، جنت کے حق دار بن سکتے ہیں۔ ایمان و عمل سے تہی دامن لوگ، جنت کے حصول کے اس آسان نسخے کو غنیمت سمجھتے ہوئے، صبح و شام اپنے اپنے مخصوص نعروں کا اعلان کرتے رہتے ہیں، ان علم و عقل کے اندھوں کو زندگی کے کسی موڑ پر یہ خیال نہیں آتا، کہ جن نعروں کو، میں مذہب کا خلاصہ اور روح سمجھ رہا ہوں، یہ کسی بھی دلیل شرعی سے ثابت نہیں ہیں، اور نہ آنحضرت ﷺ صحابہ کرامؓ اور ائمہ عظام نے کبھی یہ نعرے لگائے ہیں، نہ اپنے ماننے والوں کو، ایمان کے اظہار کے لئے، ان نعروں کی تعلیم دی ہے، سوچنے والی بات تو یہ ہے کہ دین تو حضور کے زمانہ میں مکمل ہو چکا ہے (**الیوم اکملت لکم دینکم**) اور اگر ان کا ایمان ان نعروں کے بغیر مکمل تھا، تو آج ہمارا ایمان مکمل کیوں نہیں ہے؟۔

مولوی اور ذاکر نے قوم کو پڑھا رکھا ہے۔ کہ جنت حسین کی ہے، جنت پیر صاحب کی ہے۔ جنت حضور ﷺ کی ہے۔ آپ انکے نعرے لگاتے رہیں اور ان کے ساتھ محبت و عقیدت کا اظہار کرتے رہیں، اور قیامت کے دن، یہ عظیم ہستیاں بخشوالیں گی، جبکہ قران یہ کہتا ہے کہ (**مالك یوم الدین**) قیامت کے دن کا اللہ مالک ہے۔ ہر چیز اس کے قبضہ و کنٹرول میں ہوگی (**یغفر من یشاء و یعذب من یشاء**) وہ اللہ جسے چاہے گا جنت عطا کرے گا اور جسے چاہے گا۔ عذاب دے گا، حضور کو مخاطب کر کے اللہ قرآن میں فرماتے ہیں (**افمن حق علیه کلمة العذاب افانت تنقذ من فی النار**) اللہ تعالیٰ قیامت کے دن، جس کے متعلق دوزخ کا فیصلہ فرمادے گا، اے محمد! تم اسے آتش دوزخ سے نہیں نکال سکتے۔ جب رحمت دو عالم صلعم کے متعلق یہ حکم ہے، تو پھر اور کون ہے۔ جو کسی کو جنت دے سکے۔ وہاں تو ایسا

ہولناک منظر ہوگا کہ (**یوم یقوم الروح والملئکۃ صفا لا یتکلمون الامن ازن لـہ الرحمٰن و قال ثوابا**) اس دن (قیامت) سب روح اور فرشتے، ڈر، خوف اور غم کی وجہ سے، صف بستہ کھڑے ہوں گے۔ اور کسی کو بھی، اسکی ہیبت کی وجہ سے' کلام کرنے کی طاقت نہیں ہوگی۔ صرف وہی بات کرے گا، جس سے اللہ کوئی چیز پوچھیں گے، اجازت دیں گے۔ اور وہ صحیح صحیح بات کرے گا۔ قران مجید میں ہے کہ دنیا میں تو، تم نے بڑے حاجت روا، مشکل کشا اور مختار کل بنا رکھے تھے (**لمن الملك اليوم**) بتاؤ آج ہر طرف کس کی بادشاہت ہے۔ کس کا حکم ہر طرف چل رہا ہے۔ کس کے قبضہ و کنٹرول میں ہر چیز ہے۔ اسکی ہیبت اور دبدبہ کی وجہ سے' کوئی جواب نہیں دے سکے گا۔ پھر خود اللہ فرمائیں گے (**للـــہ الواحد القھار**) دیکھ لو آج تو صرف اکیلے، زبردست طاقتوں والے، اللہ کا حکم ہر طرف چل رہا ہے۔ کسی کو دم مارنے کی جرات نہیں ہے۔

جہاں تک شفاعت کا تعلق ہے۔ قران مجید میں، ہر جگہ اسے اذن الٰہی کے ساتھ مقید کیا گیا ہے۔ (**من ذالذی یشفع عندہ الا باذنہ**) اور بخاری شریف میں بھی اس کی وضاحت موجود ہے۔ کہ قیامت کے دن انبیاء و صلحاء کی شفاعت صرف ان ہی لوگوں کے متعلق ہوگی۔ جن کے متعلق اللہ خود اجازت دیں گے۔ اور یہ وہ لوگ ہونگے، جو دنیا میں' اللہ و رسول کے احکامات کی اطاعت اور گناہوں سے بچنے کی کوشش کرتے رہے، مگر اس کے باوجود، کچھ کمی رہ گئی ہوگی۔ قرآن تو جگہ جگہ اعلان کرتا ہے۔ کہ آخرت میں نجات کا واحد راستہ، اللہ کے جملہ احکامات کی اطاعت اور اسکی نافرمانیوں سے بچنے کا راستہ ہے۔ (**والعصر ان الانسان لفی خسر' الا الذین اٰمنوو عملوا الصٰلحٰت**) زمانہ کی قسم۔ سب کے سب انسان خسارے میں ہیں۔ اس آخرت کے خسارے سے صرف وہی لوگ بچیں گے۔ جن کے دامن میں ایمان و عمل کی دولت ہوگی۔ (**فمن یعمل مثقال ذرۃ خیر یرہ و من یعمل مثقال ذرۃ شریرہ**) وہاں ذرہ ذرہ کا حساب ہوگا اور اپنے کیئے کا بدلہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لو گے۔

ما قبل ضروری گزارشات کے بعد، اب ہم محترم قارئین کے سامنے، حضرت ابو سفیانؓ اور حضرت امیر معاویہؓ پر، روافض کی طرف سے قائم کردہ اعتراضات کے جوابات پیش کرنے کی اجازت چاہتے ہیں، اگرچہ بہت کچھ جواب پیچھے صفحات میں آچکا ہے، مجھے امید واثق ہے کہ اگر قارئین نے بنظر انصاف، ان معروضات کو پڑھا، تو ان کا حضرت ابو سفیان اور حضرت امیر معاویہؓ کے متعلق، تمام تذبذب دور ہو جائیگا۔

اعتراض نمبر 1 شجرہ ملعونہ بنو امیہ :۔

شیعہ لوگ کہتے ہیں کہ قرآن مجید کے پندرویں پارہ کی آیت نمبر 60 میں ''الشجرہ الملعونہ'' سے مراد بلا اختلاف ائمہ مفسرین اور بالاتفاق شیعہ وسنی بنوامیہ ہیں۔ اس لئے بنوامیہ قرآن کے فرمان کے مطابق ملعون ہوئے۔ اس لئے ان پر لعنت بھیجنا ضروری ہے۔

الجواب : یہود جنہیں قرآن کریم نے مفسدین کی سند عطا کی ہے۔ اور فتنہ پروری اور فریب کاری میں سب سے بلند مقام رکھتے ہیں۔ حضور کے زمانے میں عبداللہ ابن ابی اور اسکی پارٹی کے افراد، مسلمان بن کر، اسلام کو نقصان پہچانے، شکوک وشبہات پیدا کرنے، صحابہ کرام پر غلط الزامات لگا کر، انکی عزت وآبرو کو مجروح کرنے، اور ان میں تفرقہ واختلاف پیدا کرنے اور رسول ﷺ کو ایذا پہچانے کیلیئے، غلط خبریں مشہور کرتے رہے اور حضرت عائشہ صدیقہؓ پر بہتان عظیم بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی تھی۔

منافقین کی یہ جماعت، حضرت عمر فاروقؓ کے دور تک، اپنی ناپاک کوششوں میں ناکام ونامراد رہی۔ ان کی کامیابی میں سب سے بڑی رکاوٹ، صحابہ کرام کی مقدس جماعت تھی۔ جو رسول اللہ کے ساتھ والہانہ محبت، دین اسلام کی اشاعت، حفاظت اور سربلندی کے لئے ایثار وقربانی کا بے پناہ جذبہ اور اس کے ساتھ ان کی پاکیزہ، بے داغ اور متقیانہ زندگی تھی۔ جو منافقوں کی ہمتوں اور کوششوں کو پست کر دیتی تھی۔ حضرت عثمان کے آخری دور میں، صحابہ کرام کی تعداد کم ہوگئی، دور دراز تک فتوحات کا سلسلہ قائم ہوگیا، صحابہ کی جگہ، دوسری نسل کے لوگ اہم عہدوں پر فائز

ہو گئے تھے۔ جن میں حضور کی تربیت یافتہ جماعت (صحابہ کرام) کا سا تقوی نہ تھا۔ اس موقع سے فائدہ اٹھانے کے لئے منافقین کی یہ جماعت، عبداللہ بن سبا کی سربراہی میں، اسلام اور مسلمانوں کے خلاف پھر منظم ہوگئی۔ انہوں نے مرکز اسلام (مدینہ منورہ) سے دور، نومسلم مفتوحہ علاقوں کو اپنا مرکز بنالیا۔ ان کا واحد ہدف یہ تھا کہ صحابہ کرام کی عظمت کو، افتراپردازی اور دروغ گوئی کے ذریعہ سے، اس قدر مجروح کردو۔ کہ ان پر اعتماد ختم ہو جائے' یہ سبائی گروہ شروع سے، منافقین کے حق میں نازل ہونے والی آیات کو' صحابہ کرام پر چسپاں کر کے اور آیات متشابہات کا غلط معنی و مفہوم بیان کر کے صحابہ کرام پر بے اعتمادی کا مقصد حاصل کرنے کی کوشش کرتا چلا آیا ہے۔ اس سے خود بخود مندرجہ ذیل' ان کے مطلوبہ نتائج سامنے آجائیں گے۔

1 ...... دین اسلام کے پہلے ناقل صحابہ ہیں۔ اگر ان پر اعتماد باقی نہ رہا۔ تو پورا دین مشکوک ہو جائے گا۔ قرآن مجید قابل اعتماد رہے گا اور نہ حدیث نبوی، صحابہ پر بداعتمادی ہی کی وجہ سے، شیعہ اس قرآن کی تحریف کے قائل ہیں۔ جن کا ایمان وعدل معتبر نہیں ان کا جمع کردہ قرآن اور حدیث کیسے معتبر ہوسکتی ہے؟

2 ...... وحی الٰہی اور صاحب وحی، دونوں کا مشاہدہ کرنے والے اور رسول اللہ ﷺ سے براہ راست دین سیکھنے اور فیض تربیت حاصل کرنے والے، صحابہ کرام ہی تھے (**ویزکیھم و یعلمھم الکتب و الحکمتہ**) وہ ان کا (صحابہ کرام) تزکیہ نفس کرتا ہے اور قران و حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔ صحابہ کرام پر بے اعتمادی کے بعد لوگ قرآن وحدیث کو لغت عرب اور اپنی عقل سے سمجھنے کی کوشش کریں گے۔ اور اپنی مرضی کے معنی اور مطلب نکالیں گے۔ اور یہ چیز امت مسلمہ کو فکری اختلاف میں مبتلا کردے گی۔ چنانچہ دنیا میں جتنے بھی باطل فرقے ہوئے ہیں۔ یا موجود ہیں۔ ان سب میں صحابہ کرام پر بے اعتمادی مشترک طور پر پائی جاتی ہے۔ آج کل کے روشن خیال، مسلمان نما مستشرقین بھی یہی چاہتے ہیں اور صحابہ کرام اور سلف صالحین سے لاتعلق ہوکر، موجودہ دور کے مطابق، قران کو اپنی عقل سے سمجھنے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں۔ تاکہ نفس کی خواہشات اور دنیاوی

مفادات کے مطابق مضامین، قران سے اخذ کر کے، اسلام میں مغرب کی مادر پدر آزادی کا دروازہ کھولا جا سکے، علاوہ ازیں منافقین اس ذریعہ سے مسلمانوں میں تفرقہ واختلاف بھی پیدا کرنا چاہتے ہیں۔

اس ضروری وضاحت کے بعد، اس مذکورہ آیت کریمہ کا معنی ومفہوم سمجھنے کی کوشش کریں۔

شیعہ حضرات کی عمومی یہ عادت ہے کہ لوگوں پر، اپنی غلط بات کا اثر قائم کرنے کے لئے، شیعہ کتاب کے حوالہ کو، اہل سنت کے نام یا بلا اختلاف یا بالاتفاق (شیعہ وسنی) کے الفاظ کے ساتھ پیش کرتے ہیں۔ تا کہ سادہ لوح سنیوں کو۔ اپنے شیعہ عقائد کی طرف بہکایا جا سکے۔ چنانچہ زیر بحث آیت کے معنی ومفہوم میں شیعہ احباب کا بار بار لفظ بالاتفاق استعمال کرنا، سراسر غلط اور دروغ گوئی ہے۔ تمام صحابہ کرام اور بالخصوص ماہرین قران صحابہ کرام، جنہوں نے براہ راست رسول اللہ ﷺ سے قران مجید سیکھا ہے۔ اور رسول ﷺ نے امت کو، ان سے قرآن سیکھنے کا حکم دیا ہے۔ انہوں نے اور تمام اہل سنت کے مفسرین نے، مذکورہ آیت میں ''الشجرہ الملعونہ'' کا معنی شجرہ زقوم کیا ہے، چنانچہ تفسیر طبری، تفسیر مدارک، تفسیر جلالین، تفسیر روح البیان، تفسیر ابن کثیر ملاحظہ ہو۔ اور اہل سنت کے تمام مفسرین نے، اس لفظ سے بنوامیہ مراد لینے کی سختی سے تردید کی ہے۔ اس لئے شیعہ احباب کا یہ کہنا'' **لا اختلاف بین احد انه اراد بها بنی امیه** '' کہ اس بات میں کسی ایک شخص کا بھی اختلاف نہیں ہے کہ آیت مذکورہ میں ''شجرہ ملعونہ'' سے مراد بنوامیہ ہیں۔ بالکل غلط ہے۔ نمونہ کے طور پر امام المفسرین، رسول اللہ کے چچازاد بھائی' جنہوں نے رسول اللہ سے قرآن سیکھا اور رسول اللہ نے انہیں دعا دی اور امت کو ان سے قرآن سیکھنے کا حکم دیا ہے۔ ان کا حوالہ پیش خدمت ہے۔ اور تفسیر بھی، اس مفسر کی ہے۔ جس نے اپنی کتابوں میں، حضرت امیر معاویہ کے نام پر لعنت اللہ لکھا ہے۔ (نعوذ باللہ)

قال ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ **والشجره الملعونه فی القران - قال شجرة الزقوم** (تفسیر طبری جلد ۱۵)

ابن عباس فرماتے ہیں کہ قران مجید میں (**الشجرة الملعونه**) سے مراد، زقوم کا

درخت ہے۔ یہ درخت جہنم کی تہہ میں اُگے گا' اور دوزخیوں کی خوراک ہوگی۔ یہ درخت بھی حضور کو معراج میں دکھایا گیا تھا اور اسے کفار کے لئے آزمائش بنا دیا گیا۔ کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ آگ درختوں کو جلا دیتی ہے، تو پھر یہ درخت دوزخ میں کیسے اگ سکتا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ مذکورہ آیت، جس سورت میں واقع ہے۔ وہ سورت مکی ہے۔ اور امیر معاویہ اور ان کا خاندان فتح مکہ کے بعد مسلمان ہوا ہے۔ اس اعتبار سے بھی' شجرہ ملعونہ سے بنوامیہ مراد لینا غلط ہے۔

اعتراض نمبر ۲ ...... منبر نبویؐ پر بندر (بنی امیہ) ناچ رہے ہیں

شیعہ حضرات، بنوامیہ کی مذمت میں درج ذیل آیت پیش کر کے، اس کا شان نزول یہ بیان کرتے ہیں۔ کہ رسول ﷺ نے خواب میں بنوامیہ کو منبر پر چڑھتے دیکھا' تو آنحضرت غمناک ہوئے۔ اور اسکے بعد حضور ﷺ کو ہنستے ہوئے نہیں دیکھا گیا۔ آیت یہ ہے۔

"وما جعلنا الرئویا التی اریناك الا فتنة للناس"(تاریخ طبری جلد ۱۰)

ہم نے جو خواب آپ کو دکھایا۔ وہ لوگوں کیلئے آزمائش ہے۔

الجواب : سبائی سازش سے مندرجہ بالا روایت کئی طریقوں سے' تاریخ کی کتابوں میں پائی جاتی ہے۔ لیکن دیکھنا یہ ہے۔ کہ اس میں جس خواب کا ذکر ہے' اس سے کون سا خواب مراد ہے۔ خود طبری، جس نے سب سے پہلے یہ واقعہ نقل کیا ہے۔ اور اس کے بعد متاخرین، مورخین نے مکھی پر مکھی ماری ہے۔ مذکورہ آیت کی وضاحت میں لکھتے ہیں۔

"آیت ہذا میں، خواب میں وہی چیزیں مراد ہیں۔ جو نبی کریم ﷺ نے معراج کے موقع پر' اللہ تعالیٰ کی آیات ونشانات، بیت المقدس اور دیگر مقامات پر ملاحظہ فرمائے۔ آگے چل کر لکھتے ہیں کہ اس پر تمام مفسرین کا اجماع ہے۔ (تفسیر طبری)

آنحضرت ﷺ کو جسمانی معراج کے علاوہ' متعدد دفعہ خواب میں، روحانی معراج بھی

ہوا ہے، جس کا ذکر احادیث کی کتابوں میں موجود ہے، مذکورہ واقعہ کے ناقل، طبری کا اپنا فیصلہ اس آیت کے متعلق یہ ہے۔ اس لئے شیعہ حضرات اس آیت کا جو مفہوم، موضوع اور من گھڑت واقعہ کی پیوندکاری کے ذریعہ بیان کرتے ہیں۔ غلط ہے۔ آیت کے مفہوم کے سلسلہ میں، طبری کی وضاحت اور تمام مفسرین کا اجماع کافی ہے۔ مزید کسی وضاحت کی ضرورت نہیں ہے۔

2 باقی رہی روایت کی بات، جو کئی طریقوں سے تاریخ اور روایت کی کتابوں میں پائی جاتی ہے۔ اس کے متعلق علماء رجال نے لکھا ہے کہ اس کی سند میں محمد بن الحسن بن زبالہ راوی ہے، جو ثقہ نہیں ہے۔ جو کذاب اور جھوٹی حدیثیں وضع کرنے والا ہے۔ مذکورہ روایت اور اس قبیل کی دیگر تمام روایات (منبر پر بندر ناچ رہے ہیں) کے متعلق تمام مفسرین کا اتفاق ہے **(اسانید هذا الاحادیث ضعیفه)** کہ ان تمام روایات کی سند ضعیف ہے۔ (۲۸)

3 اگر بالفرض یہ روایت صحیح ہے تو پھر آنحضرت ﷺ نے بنوامیہ کو مقام قرب کیوں عطا کیا ہے۔ ان کی مالی، جنگی اور سیاسی خدمات کیوں حاصل کی ہیں، حضور نے ان کے ساتھ رشتے، ناطے اور ابوسفیان کی بیٹی اور امیر معاویہ کی بہن ام حبیبہ سے نکاح کیوں کیا ہے، حضرت عثمانؓ کو اپنی بیٹیاں کیوں دی ہیں۔ حضرت علی، حضرت عثمان کے مشیر خاص اور وظیفہ خوار کیوں رہے ہیں۔ حسنین کریمین نے امیر معاویہ سے صلح کر کے، ان کے ہاتھ پر کیوں بیعت کی ہے اور لاکھوں دینار، امیر معاویہ سے کیوں وصول کرتے رہے ہیں؟ آنحضرت ﷺ اور اہل بیت کے بنوامیہ کے ساتھ یہ تعلقات بھی، اس بات کا کھلا ثبوت ہے۔ کہ یہ روایات مجروح، ضعیف اور موضوع ہیں۔

دشمنان امیہ نے "**من الف شهر**" سے بھی، اموی عہد کی خلافت ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ اموی عہد حکومت کو ہزار مہینہ سے مطابقت ہی نہیں ہے۔ علاوہ ازیں سورہ القدر مکی ہے اور اس وقت منبر نبوی کا وجود ہی نہیں تھا۔ اور نہ ہی ابوسفیان، امیر معاویہ وغیرہ میں سے کوئی مسلمان ہوا تھا۔

اعتراض نمبر ۳ (حضور اکرم ﷺ کی گدھے والوں پر لعنت)

۲۸۔ تہذیب التہذیب جلد ۹

شیعہ حضرات کہتے ہیں کہ ایک دفعہ آنحضرت صلعم نے، ابوسفیان کو گدھے پر سوار دیکھا اور اس کا فرزند معاویہ سواری کو آگے سے کھینچے جا رہا تھا۔ جبکہ اس کا دوسرا بیٹا یزید، سواری کو پیچھے سے ہانک رہا تھا۔ حضور نے دیکھ کر فرمایا۔ سوار، سواری کو کھینچنے والے اور ہانکنے والے پر لعنت ہو۔ دوم۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ابوسفیان نے عبد مناف کو کہا تھا کہ اہل اسلام کو جلدی اپنی گرفت میں لے لو۔ جنت دوزخ نہیں ہے۔ سوم۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ابوسفیان نے جبل احد پر کھڑے ہو کر اپنے ساتھیوں سے کہا تھا۔ کہ یہ وہ مقام ہے۔ جہاں سے ہم نے محمد اور اصحاب محمد کو ہٹایا تھا۔

الجواب 1 یہ سب واقعات، ابوسفیان کے اسلام قبول کرنے سے پہلے کے ہیں۔ اسلامی اصول وضوابط کے مطابق، کسی بھی شخص کے، اسلام سے پہلے کے واقعات کو موجب لعن طعن نہیں بنایا جا سکتا۔ کیونکہ قبول اسلام سے قبل تو تمام قریش، خود بنی ہاشم اور ابوذر وغیرہ اسلام اور داعی اسلام کے شدید دشمن تھے۔

2 دوم یہ ہے کہ مذکورہ روایات ذخیرہ احادیث کی، کسی کتاب میں، صحیح سند کے ساتھ موجود نہیں ہیں۔ اور کسی واقعہ کی صحت کے لئے صحیح سند کا پایا جانا ضروری ہے، علاوہ ازیں اگر انسان تھوڑی سی عقل سے کام لے تو پھر بھی مسئلہ صاف ہو جاتا ہے۔ غور طلب بات یہ ہے کہ آخر ان باپ، بیٹوں سے کونسی خطا سرزد ہوئی تھی، جس کی وجہ سے، انہیں مستحق لعنت قرار دیا گیا ہے؟ اور پھر حضور نے بغیر کسی گناہ اور معصیت کے کیسے فرمائی؟

اگر آئندہ کے واقعات کو دیکھ کر ان پر لعنت فرمائی تھی، تو پھر ان کا اسلام لانا کیوں قبول کیا؟ فتح مکہ کے موقع پر ابوسفیان کے گھر کو دار الامن قرار دیکر، اسے کیوں عظمت وافتخار عطا کیا تھا۔ ان کی اسلامی اور جنگی خدمات کیوں قبول کی گئی تھیں۔ رشتے ناطے کیوں قائم کیے؟ حضور نے ابوسفیان کو نجران کا کیوں عامل اور امیر بنایا تھا؟ اہل اسلام اور اہل نجران کے درمیان ایک معائدہ ہوا، اس عہدنامہ پر مسلمانوں کی طرف سے ابوسفیان نے دستخط کیے، طائف کی لڑائی میں، حضرت ابوسفیانؓ نے اپنی ایک آنکھ، اللہ کی راہ میں شہید کرائی، آنحضرت نے مکہ میں، اموال کی تقسیم پر

ابوسفیان کو مقرر فرمایا، حضور نے ، ابوسفیان کے پاس ، مدینہ سے عجوہ کھجوروں کے تحفے بھیجے اور ابوسفیان کے ہدیے قبول فرمائے ۔ امیر معاویہ کو میر منشی اور کاتب وحی کیوں بنایا تھا۔ حسنین نے صلح کر کے بیعت کیوں کی تھی ؟ حضرت علی نے امیر معاویہ کیساتھ معاہدہ کر کے، انکی خلافت کو، تین صوبوں پر کیوں قبول فرمایا تھا۔ یہ تمام واقعات اور حضرت امیر معاویہ کی تعریف میں احادیث رسول ﷺ ،اس بات کی کھلی دلیل ہیں ۔ کہ حضرت ابوسفیان اور حضرت امیر معاویہ سچے مسلمان اور اسلام کے سچے خادم تھے۔ بنوامیہ، حضرت ابوسفیان اور حضرت امیر معاویہ کے خلاف تمام واقعات موضوع اور من گھڑت ہیں' جو سبائی گروہ نے بنوامیہ کی دشمنی میں، سیاسی مقاصد کیلئے تراشے ہیں۔

اعتراض نمبر4۔ (امیر معاویہ کا حضرت علی سے قتال)

شیعہ کہتے ہیں کہ امیر معاویہ نے حضرت علیؓ کے ساتھ جنگ و جدل کیا ہے۔ ملک میں فتنہ وفساد برپا کیا، خون ریزی کو حلال جانا، اس طرح آپؓ سے قتال کرنے والوں نے اسلام کی رسی کو اپنی گردن سے نکال دیا۔

الجواب: اس سے پہلے کہ ہم اعتراض کے جواب میں کچھ عرض کریں۔ کچھ ضروری اور اصولی باتیں پیش کرنا ضروری سمجھتے ہیں، اہلسنت کا عقیدہ ہے۔ ''**والصحابه کلهم عدول**'' تمام صحابہ صفت عدل سے متصف تھے' کسی کی طرف بدگمانی اور بد نیتی کی نسبت نہیں کر سکتے، مشورہ اور رائے میں اختلاف کر سکتے ہیں۔ ان کے کسی فیصلہ کے متعلق یہ کہا جا سکتا ہے۔ کہ یہ صحیح نہیں تھا ۔اس سے ایمان وعقیدہ میں کچھ فرق نہیں پڑتا، لیکن اگر کوئی شخص بد نیتی کو کسی صحابی رسول کی طرف منسوب کرتا ہے۔ وہ اہلسنت سے خارج ہو جاتا ہے' یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ ہر صحابی کی نیک نیتی ، ہر قسم کے شک و شبہ سے بالاتر ہے، اس لیے حضرت علیؓ، حضرت امیر معاویہؓ، حضرت عبداللہ بن زبیر اور امام حسین نے جو بھی فیصلے کئے ہیں، اخلاص نیت کے ساتھ، امت اور دین اسلام کی بھلائی کیلئے کئے ہیں۔

دوسری بات آپ یہ سمجھیں، عصمت خاصہ نبوت ہے۔ نبوت ختم ہوئی تو معصومیت بھی ختم ہوگئی۔ اب اجتہاد کا دروازہ کھلا ہے۔ اجتہاد میں مجتہد اپنی امکانی حد تک کوشش کرتا ہے۔ کہ اسکی رائے، قرآن وسنت سے ماخوذ اور مطابقت رکھتی ہو، لیکن وحی کا دروازہ بند ہے۔ اس لئے مجتہد معصوم عن الخطا نہیں ہے۔ اس کے اجتہاد میں خطا بھی ہوسکتی ہے، لیکن اگر نیک نیتی کے ساتھ خطا ہے۔ تو اہلسنت کا عقیدہ یہ ہے کہ مجتہد خاطی کو ایک درجہ کا ثواب ملے گا۔ انبیاء کے علاوہ کوئی بھی معصوم عن الخطا نہیں ہے۔ اس لیے باقی سب کے فیصلہ میں' خطا کا امکان موجود ہوتا ہے۔ اس لیے اگر کوئی مجتہد کے فیصلہ میں یہ کہتا ہے۔ کہ ان سے یہ خطا ہوئی، یہ نہ کرتے یا یہ کرتے تو بہتر تھا۔ تو ہم اس کی زبان نہیں پکڑ سکتے، اس کی مثالیں' قرآن وحدیث اور تاریخ اسلام میں بے شمار ہیں۔ اس لئے جن احکامات میں' وحی کی روشنی نہیں ہے۔ ان درپیش مسائل میں' دو رائیوں کا ہونا، ایک فطرتی بات ہے۔ آدم وحوا میں رائے کا اختلاف ہوا، جس کی وجہ سے انھیں جنت سے زمین پر آنا پڑا۔ حضرت موسیٰ اور حضرت خضر میں اختلاف ہوا، موسیٰ وہارون میں اختلاف ہوا۔ حضرت داؤد اور حضرت سلیمان میں کھیتی اور بچے کے مسئلہ پر اختلاف رائے ہوا' حضور کے زمانے میں قیدیوں کے بارے میں اختلاف ہوا' حضرت ابوبکرؓ کے عہد میں منکرین زکوٰۃ کے خلاف جہاد میں' اختلاف ہوا، حضرت عمرؓ نے اصحاب شجرہ اور اصحاب بدر کے وظائف زیادہ مقرر کروائے' لیکن بعد میں اپنی غلطی کا احساس ہوا، حضرت عثمان نے اپنے کئی فیصلے تبدیل کیئے، اسطرح حضرت علیؓ اور حضرت امیر معاویہ میں خون عثمان پر اختلاف ہوا۔ حضرت امیر معاویہ، خون عثمان کے قصاص کو سب چیزوں پر مقدم سمجھتے تھے۔ وہ خلافت کے دعوے دار نہ تھے' اور نہ حضرت علیؓ کی خلافت کے منکر تھے۔ ان کے سامنے اصحاب رضوان کا واقعہ دلیل تھا۔ کہ جب حضور کو حضرت عثمان کی شہادت کی خبر ملی، تو قصاص عثمان کو سب چیزوں پر مقدم رکھا، سب صحابہ سے خون کی بیعت لی۔ اپنی ساری پونجی' خون عثمان کے قصاص میں قربان کرانے کیلئے تیار ہوگئے، اللہ تعالیٰ نے بیعت کرنیوالے تمام صحابہ کرام کو' اپنی رضا کی سند عطا فرمائی، لیکن حضرت علیؓ خلافت کو سب چیزوں پر مقدم سمجھتے تھے۔ ان کے سامنے

خلافت ابوبکرؓ دلیل اور حجت تھی کہ حضور کے کفن دفن سے بھی مقدم خلافت کو سمجھا گیا تھا۔ تا کہ امت میں، کسی طرح کا اختلاف پیدا نہ ہو، اور تمام کام منظم طریقہ کے مطابق ہوں۔ حضرت عثمان کے مقرر کردہ گورنروں کی معزولی اور قاتلین عثمانؓ سے بیعت خلافت اور امیر معاویہ سے صلح کے مسئلہ پر، حضرت علی اور حسنین کا اختلاف ہوا۔ حضرت امیر معاویہ کے حق میں خلافت سے دستبردار ہونے کے مسئلہ پر حسنین کا اختلاف ہوا، جبکہ شیعہ کے نزدیک تینوں امام معصوم ہیں۔ مرکز اسلام کو مدینہ سے کوفہ منتقل کرنے پر' حضرت علیؓ اور صحابہ کرام میں اختلاف ہوا' اسی طرح جنگ صفین اور خلافت یزید پر اختلاف ہوا ہے۔

یہ مثالیں میں نے اس لیے دی ہیں کہ معلوم ہو سکے کہ اجتہادی مسائل میں دورائے کا ہونا اور ایک کی رائے میں، غلطی کا امکان ہوسکتا ہے۔ اسے ہم اجتہادی خطا قرار دیں گے، اسے نیک نیتی پر مبنی کریں گے۔ یہی بات ہر صحابی، حضرت امیر معاویہ، عمرو بن العاص، مغیرہ بن شعبہ، حضرت علی اور حسن و حسین کے بارے میں کہی جا سکتی ہے۔

حضرت علیؓ کی اسلام میں مسابقت، ملی خدمات اور بے شمار محاسن وفضائل کا حامل ہونا مسلم ہے۔ ان کے فضائل وکمالات اور عالی مرتبہ ومقام ہونے کا، کوئی مسلمان منکر نہیں ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ جنگ جمل اور جنگ صفین، اسلام وکفر کی جنگیں نہیں تھیں۔ ان کے اسباب وعلل دوسرے تھے۔ اس سارے فتنے کی آگ بھڑکانے والے عبداللہ ابن سبا اور اس کے حواری تھے، حضرت عمرؓ کی شہادت، حضرت عثمانؓ کے خلاف شورش، ہنگامہ آرائی اور شہادت، ہزاروں مسلمان قتل ہوئے اور شہادت امام حسین کا المناک واقعہ پیش آیا۔ ان تمام واقعات میں حضرت طلحہ وزبیر کی شہادت، حضرت عمار اور حضرت علیؓ کی شہادت' حضرت امیر معاویہؓ پر قاتلانہ حملہ، جنگ جمل، جنگ صفین اور جنگ نہروان میں خفیہ ہاتھ' یہودی سبائیوں کا تھا۔ جو مدینہ اور خیبر کے یہودیوں کا مسلمانوں سے بدلہ لینا چاہتے تھے۔ جنگ جمل اور صفین میں بارہا' حضرت علیؓ اور حضرت امیر معاویہؓ اور حضرت عائشہ نے صلح کی کوشش کی، لیکن ہر بار یہ یہودی ٹولہ جو ان کی صفوں میں گھسا

ہوا تھا۔ان کی مساعی جمیلہ کو تار تار کر دیتا تھا۔آخر کار صحابہ کی کوششوں سے صلح ہوئی تین صوبے حضرت علی اور تین صوبے حضرت امیر معاویہ کے حصے میں آگئے۔اس صلح کے جواب میں، ان ہی سبائیوں نے تحکیم کا بہانہ بنا کر، حضرت علیؓ کو شہید کر دیا، حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد، کوفیوں نے امام حسن کے ہاتھ پر بیعت کرلی۔

حضرت علی کے عہد خلافت میں مدینہ منورہ کی مرکزیت، مہاجرین وانصار کی شورائیت اور عالم اسلام کی وحدت ختم ہوگئی تھی۔حضرت امیر معاویہ، حضرت عمر فاروقؓ، کے عہد خلافت سے شام کے گورنر چلے آرہے تھے۔انکی رعایا۔ان کی رعایا پروری کی وجہ سے نہایت خوش اور فوج انتہائی وفادار تھی۔وہ خون عثمانؓ کا مطالبہ لیکر کھڑے ہوگئے۔وہ مدعی خلافت تھے اور نہ حضرت علیؓ کی خلافت کے منکر تھے۔ان کا مطالبہ یہ تھا، کہ قاتلین عثمانؓ کو جو حضرت علی کی شوریٰ اور فوج میں شامل اور پیش پیش ہیں۔اور سیاست وقت پر چھائے ہوئے ہیں، انہیں سزا دی جائے، اس کے بعد وہ بیعت کرلیں گے۔حضرت علیؓ نے اس کا جواب یہ دیا کہ اس وقت ان پر ہاتھ ڈالنا ممکن نہیں ہے۔اس کا جواب امیر معاویہ نے یہ دیا کہ اگر آپ کیلئے ان پر ہاتھ ڈالنا ممکن نہیں ہے۔تو انہیں اپنی شوریٰ اور فوج سے نکال دیں۔اور ان سے لاتعلقی کا اظہار کریں۔لیکن حضرت علیؓ اس پر بھی راضی نہ ہوئے، یہاں یہ سمجھ لینا ضروری ہے۔کہ ان دونوں حضرات کے درمیان' خلافت کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں تھا۔اختلاف صرف قاتلین عثمانؓ سے قصاص لینے کے بارے میں تھا۔اور دونوں فریق' اپنے اپنے موقف پر قائم رہے، اور نوبت جنگ تک آپہنچی۔

اس میں کس کا موقف صحیح تھا اور کس کا غلط، اس میں دو رائے ہوسکتی ہیں۔ہم کسی پر قدغن نہیں لگاسکتے۔لیکن یہاں اہل سنت کا موقف یہ ہے۔کہ دونوں فریق مجتہد تھے۔اور رضائے الٰہی اور حق کی طلب میں آئے تھے۔اس میں حضرت علی" **اقرب الی الحق** " تھے۔اور حضرت امیر معاویہ مجتہد خاطی تھے۔جو شرعاً معذور و ماجور ہیں۔اہل سنت کا یہ فیصلہ حضرت علیؓ کے مقام ارفع اور ان کی دینی خدمات اور اسلامی اصول وضوابط کی بنیاد پر ہے۔ورنہ اگر صرف تاریخی واقعات کو

سامنے رکھ کر، شیعہ کی طرح بے لاگ تبصرہ کیا جائے، تو خون عثمانؓ کا سارا الزام، حضرت علیؓ پر لگ جاتا ہے، خلافت کے بارے میں ہمارا موقف یہ ہے۔ کہ حضرت علیؓ کی شہادت اور امام حسن کی صلح کے بعد، حضرت امیر معاویہؓ خلیفہ برحق تھے۔

خلافت امیر معاویہ:۔ حضرت امیر معاویہ کی خلافت وحکومت کی نوید، رسول اللہ ﷺ نے جمعہ کے خطبہ میں دی تھی۔ کہ یہ میرا نواسا حسنؓ، دو مسلمان گروہوں میں صلح کرائے گا۔ امام حسنؓ نے خلافت امیر معاویہ کو دیکر، اس پیشن گوئی کو عملاً پورا فرمایا۔ امام حسنؓ کی اس صلح کے بعد اسلام اور اہل اسلام پر ترقی اور فتوحات کے بند دروازے کھل گئے۔

اور اس صلح سے یہ اشکال بھی رفع ہو جاتا ہے کہ حضرت علیؓ سے امیر معاویہؓ کی مخالفت اور لڑائی کے بعد، مسلمانوں کیلئے، حضرت امیر معاویہ سے، محبت وعقیدت، کسطرح جائز ہوسکتی ہے؟ غور فرمائیں کہ جنگ وجدال' اور مخالفت کے تمام حالات واقعات' امام حسن اور امام حسین کے سامنے اور چشم دید تھے۔

ان حالات کے باوجود سیدنا حسنین کریمین نے امیر معاویہؓ کو امیر المومنین بنا کر، تمام مسلمانوں کو ہدایت کا راستہ دکھادیا' کہ مسلمانوں اور بالخصوص صحابہ کرام کے درمیان، کسی غلط فہمی یا اجتہادی لغزش کیوجہ سے اختلاف اور باہمی خانہ جنگی کے باوجود وہ سچے مسلمان رہتے ہیں۔ ان میں سے کوئی کافر، منافق اور دشمن اسلام نہیں بن جاتا۔ چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

ان طائفتین من المومنین اقتتلوا فاصلحوا بینهما

ترجمہ:۔ اگر مومنوں کی دو جماعتوں میں، جنگ وجدال ہو جائے، تو ان میں صلح کرادو۔

اس آیت سے صاف معلوم ہوا کہ مومنوں کے دو گروہ باہم جنگ وجدال کے باوجود مومن رہتے ہیں۔ ایک اور مقام پر قرآن مجید میں ہے۔

یایها الذین اٰمنوا کتب علیکم القصاص ترجمہ:۔ اے ایمان والو! تم پر قصاص فرض ہے۔

شرعاً قصاص اس مسلمان سے لیا جاتا ہے۔ جو دوسرے کو ناحق، ارادہ کے ساتھ قتل کر دے۔ اس آیت سے بھی ثابت ہوا کہ باہمی جنگ وجدال اور قتل وخون ریزی کے بعد بھی، مسلمان بدستور مسلمان رہتا ہے۔ ایمان اور اسلام سے خارج نہیں ہوجاتا۔

حضرت علیؓ کا ارشاد:۔ مقدمہ ابن خلدون اور تاریخ طبری وغیرہ میں ہے، کہ ایک مرتبہ حضرت علیؓ سے دریافت کیا گیا۔ کہ جنگ جمل اور جنگ صفین کے مقتولین کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ کہ وہ ناجی ہیں یا قابل گرفت، آپ نے جواب دیا کہ قسم بخدا' ان لڑائیوں میں، جو بھی مرا ہے۔ وہ جنتی ہے۔ بشرطیکہ اس کا دل پاک ہو۔ یعنی سبائی گروہ کی طرح' نیت فساد کی نہ ہو۔

فریقین کے مقتولین کے بارے میں حضرت علی کا فیصلہ: اسی طرح شیعہ کی معتبر کتاب ''نہج البلاغہ جلد سوئم'' میں ہے۔ کہ حضرت علیؓ نے ایک گشتی مراسلہ، جو ملک کے طول و عرض میں بھجوایا۔ اس کے الفاظ یہ ہیں۔

''ہمارے معاملہ کی ابتدا یہ تھی کہ ہم میں اور اہل شام میں جنگ ہوگئی، اور ظاہر ہے کہ ہمارا اور ان کا رب ایک ہے۔ ایمان باللہ اور تصدیق بالرسول اور اسلام میں نہ وہ ہم سے زائد ہیں اور نہ ہم ان سے زائد ہیں۔ ایمان واسلام کا معاملہ واحد ہے۔ مگر ان کے اور ہمارے درمیان صرف حضرت عثمانؓ کے خون میں اختلاف ہوا' خدا گواہ ہے کہ خون عثمان سے ہم بالکل بری اور لاتعلق ہیں۔

یہ ہے جنگ جمل اور صفین میں لڑنے والوں کے بارے میں، حضرت علی المرتضیٰؓ کا فیصلہ، کہ وہ سب کے سب جنتی ہیں۔ سوائے ان لوگوں کے (سبائی گروہ) جن کے دلوں میں اسلام اور اہل اسلام کے متعلق فتنہ وفساد تھا۔ اس کے علاوہ دوسری بات یہ ہے۔ کہ ہر دو فریق نے، دوسرے فریق مخالف کے مال کو نہ مال غنیمت سمجھا تھا۔ اور نہ قیدیوں کو غلام اور باندھیاں بنایا تھا

۔جنگ جمل کے خاتمے کے بعد، حضرت علیؓ نے حضرت عائشہ کے ساتھ وہ سلوک کیا، جو ایک وفادار بیٹا، اپنی ماں کے ساتھ کرتا ہے۔حضرت علیؓ اور امیر معاویہؓ کی آپس کی صلح کے بعد، دونوں ایک دوسرے کا بے حد احترام کرتے تھے۔روم کے بادشاہ نے حضرت امیر معاویہ کو لکھا۔کہ علیؓ تمہارا ابھی دشمن ہے۔اور ہمارا بھی، ہم مل کر ان کی حکومت کو ختم کر دیں، حضرت امیر معاویہؓ نے اسے جواب دیا کہ ہمارا باہمی اختلاف، دو بھائیوں کا اختلاف ہے۔اگر تم نے علیؓ پر حملہ کیا تو میں (معاویہ) حضرت علیؓ کی فوج کا ایک ادنیٰ سپاہی کی حیثیت سے آخری دم تک تم سے جنگ کروں گا ۔حضرت علی اور حضرت امیر معاویہ کے باہمی الفت ومحبت کے کچھ اہم واقعات' سابقہ صفحات میں ذکر کر چکے ہیں۔اسی طرح یہ سب لڑائیاں اور واقعات امام حسنؓ اور امام حسینؓ کے سامنے تھے۔ان حضرات نے ان لڑائیوں کے باوجود امیر معاویہؓ کو خلافت وحکومت کے اہل سمجھا اور ساری عمر دوستانہ تعلقات قائم رکھے۔اور امیر معاویہؓ سے لاکھوں درہم ودینار وظائف اور ہدیے قبول کرتے رہے۔

بعض لوگ کہتے ہیں۔کہ امیر معاویہؓ برسر منبر اعلانیہ حضرت علیؓ پر سب وشتم کرتے تھے۔معلوم نہیں، ہمارے نام نہاد اہل علم اور دانشوروں کو کیا ہو جاتا ہے، کہ کسی صحابی کی تعریف میں متعدد آیات، درجنوں احادیث اور واقعات صحیحہ اور اسکی سیرت وکردار اور اسلامی خدمات نظر نہیں آتیں اور تاریخ کے رطب ویابس میں سے کسی جھوٹے اور من گھڑت واقعہ کو بنیاد بنا کر، تنقید شروع کر دیتے ہیں۔غور فرمائیں کہ جس دین نے بتوں کو سب کرنے سے منع کیا ہو۔کسی کی غیبت کرنے تمسخر اڑانے اور برے ناموں سے پکارنے سے روکا ہو، اس دین کے ماننے والی، حضور کی تربیت یافتہ جماعت، مسجد نبوی میں روضہ رسول ﷺ کے سامنے، منبر نبوی ﷺ پر، جمعہ کے خطبہ میں سب وشتم کرتے ہوں اور کراتے ہوں۔ان کی حیثیت مہذب دنیا میں کیا رہ جاتی ہے۔وہ غیر مسلموں کو کیا دعوت اسلام دیں گے۔جن کا خود مرکز اسلام میں قرآن وسنت کی تعلیمات پر عمل نہیں تھا!!!؟

یہ سراسر غلط اور بے بنیاد پروپیگنڈہ ہے۔اگر حضرت امیر معاویہؓ، حضرت علیؓ پر تبرہ کرتے ہوتے، تو ان کے صاحبزادے صلح کے وقت، سب سے پہلے، یہ شرط پیش کرتے کہ ہمارے

باپ پر سب وشتم بند کیا جائے۔ لیکن جو شرائط صلح، امام حسن نے پیش کی تھیں، ان میں سے ایسی کوئی شرط موجود نہیں۔ یہ اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ یہ سب سبائی خرافات ہیں، جن کا حقیقت الامر سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

بعض لوگوں کو حضرت عمار بن یاسر کی شہادت سے بھی دھوکہ ہو جاتا ہے۔ کہ امیر معاویہ ؓ اور ان کا گروہ باغی تھا۔ کیونکہ حضور ﷺ نے عمار کو یہ فرمایا تھا' کہ تجھے باغی گروہ قتل کرے گا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عمار ؓ، ان جنگوں میں شریک نہیں ہونا چاہتے تھے۔ لیکن سبائی گروہ بالخصوص مالک الاشتر اور اس کے کارندوں نے، سوچی سمجھی سازش کے تحت، حضرت عمار کو جنگ صفین میں شریک ہونے پر مجبور کیا تھا۔ جب گھمسان کا رن پڑا، تو انہوں نے حضرت عمار کو شہید کر کے، الزام امیر معاویہ ؓ کی فوج پر لگا دیا۔ تا کہ حضور اکرم ﷺ کے فرمان کی روشنی میں' امیر معاویہ ؓ اور ان کے لشکر کو باغی گروہ ثابت کیا جا سکے۔ جب حضرت امیر معاویہ ؓ سے، حضرت عمار کی شہادت کے بارے میں پوچھا گیا۔ تو انہوں نے فرمایا کہ ہمارے ساتھی اور فوج' میری وفادار ہے۔ میں نے انہیں عمار کے قتل سے منع کیا ہوا تھا۔ لیکن حضرت علی ؓ کی فوج میں، سبائی یہودی چھپے ہوئے ہیں۔ حضرت عثمان ؓ، حضرت طلحہ ؓ و زبیر اور حضرت عمار وغیرہ کو، ان ہی سبائیوں نے قتل کیا ہے۔ یہی گروہ حقیقت میں "**فئة باغية**" ہے اور ارشاد رسول ﷺ کے مطابق جہنمی اور فتنہ و فساد کے باعث تھا۔ حضرت عمار کے قاتل' حضرت علی ؓ ہیں اور نہ امیر معاویہ ؓ ہیں، کیونکہ یہ دونوں حضور اکرم ﷺ کے صحابی ہیں' اور حضور اکرم ﷺ نے فرمایا تھا۔

یاعمار لایقتلك اصحابی ،تقتلك الفئة الباغية (وفاء الوفاء)

ترجمہ:۔ اے عمار! تجھے میرے صحابہ میں سے کوئی قتل نہیں کرے گا۔ بلکہ تجھے باغی جماعت قتل کرے گی۔

اسلام میں سب سے پہلی باغی جماعت وہ ہے، جس نے حضرت عثمان ؓ کو شہید کیا تھا۔ اور آج تک مسلمانوں میں فتنہ و فساد کی آگ سلگائے ہوئے ہیں۔

اعتراض نمبر 5: (یزید کی ولی عہدی)

شیعہ حضرات کی طرف سے' حضرت امیر معاویہؓ پر' یہ بھی اعتراض کیا جاتا ہے' کہ انہوں نے اپنا اثر ورسوخ اور رعب و دبدبہ سے، اپنے بیٹے یزید کی' بیعت حاصل کی تھی' اور اسلام میں' قیصر وکسریٰ کی سنت کو رائج کیا ہے۔ جبکہ انہیں یزید کے فسق وفجور کا علم تھا۔

الجواب:۔ اس سے پہلے کہ میں' یزید کی ولی عہدی کے متعلق' کچھ عرض کروں' ایک دو ضروری باتیں بیان کرنا' ضروری سمجھتا ہوں۔ پہلی بات تو آپ یہ سمجھیں کہ وحی اور نبوت کا دروازہ حضور کے وصال کے ساتھ بند ہو چکا ہے۔ خلافت کا مسئلہ ایک اجتہادی مسئلہ ہے' اور ایک اجتہادی مسئلہ میں رائے کا اختلاف ایک فطرتی بات ہے۔ ہم گزشتہ صفحات میں' اس کی کچھ مثالیں عرض کر چکے ہیں' اور ہم یہ بھی عرض کر چکے ہیں کہ اجتہادی مسائل میں ہر کسی کی رائے میں غلطی کا امکان ہو سکتا ہے۔ کیونکہ'' **معصوم عن الخطا** ''صرف انبیاء کی ذات ہے۔ اس سلسلے میں اہل سنت کا موقف یہ ہے کہ ہر صحابی سے غلطی کا احتمال ہو سکتا ہے۔ لیکن ہم اس خطا کو اجتہادی خطا سمجھیں گے۔ لیکن حضور اکرم ﷺ کی تربیت یافتہ جماعت (صحابہ کرام) کی نیت' ہر شک وشبہ سے بالاتر ہے۔ امت کا متفقہ فیصلہ ہے کہ (**الصحابہ کلھم عدول**) اور ارشاد خداوندی ہے (**کل وعداللہ الحسنیٰ**)۔

یزید کی ولیعہدی کے بارے میں حضرت مغیرہ بن شعبہ نے، جو صحابہ میں انتہائی ذہین فہیم اور مدبر مانے جاتے تھے، مشورہ دیا تھا۔ اور یہ اصحاب شجرہ میں سے ہیں، اور حضرت علیؓ کے عہد خلافت میں حضرت علیؓ کے زبردست مداحوں اور حامیوں میں سے تھے۔ انہوں نے گزشتہ پانچ برس کے کشت وخون اور آپس کی خانہ جنگی کی وجہ سے، امیر معاویہؓ کو مشورہ دیا کہ اپنی جانشینی کا مسئلہ، اپنی زندگی میں ہی طے کر کے جائیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ کے بعد، پھر وہی اختلافات پیدا نہ ہو جائیں۔ اور انہوں نے ہی مشورہ دیا کہ اس وقت بنوامیہ پورے ملک پر چھائے ہوئے ہیں۔ وہ کسی اور خاندان میں، خلافت کی منتقلی کو پسند نہیں کریں گے۔ اس لئے امت کو آئندہ کی خون

ریزی سے بچانے کے لئے، یزید کو نامزد کردیں، اب کوئی حضرت مغیرہ بن شعبہ پر لالچ اور چاپلوسی کا فتویٰ لگا دے۔ لیکن ہم یہ رائے نہیں دے سکتے، کیونکہ ہمارا عقیدہ یہ ہے' کہ انہوں نے امت مسلمہ اور دین اسلام کی بھلائی کی نیت سے' اور سابقہ تلخ تجربات کی بنیاد پر یہ مشورہ دیا تھا۔

ہمارا یہ بھی ایمان ہے' کہ جن حضرات نے یزید کی ولیعہدی سے اختلاف کیا تھا۔ انہوں نے بھی نیک نیتی سے امت کی بھلائی کے پیش نظر کیا تھا' اور یہ بھی ایک حقیقت ہے' کہ پانچ حضرات کے علاوہ (عبداللہ ابن زبیر، عبداللہ ابن عمر، عبداللہ ابن عباس، عبدالرحمٰن بن ابی بکر، حسین بن علی) امت کی عظیم اکثریت نے' بیعت قبول کرلی تھی۔ جس میں کثیر تعداد صحابہ کرام کی بھی تھی' اب کوئی ان سب کو بے ضمیر قرار دے، یا لالچ وخوف میں' انہوں نے اپنے ایمان بیچ دیئے تھے (نعوذ باللہ) کہئے۔ ہم کسی کی زبان کو تو پکڑ نہیں سکتے۔ لیکن انہیں سوچنا چاہیے کہ سب سے پہلے، اس زد میں امام حسن، حضرت امام حسین اور دیگر اکابرین بنی ہاشم آئیں گے۔ جنہوں نے دولت کے عوض' حضرت امیر معاویہؓ کے ہاتھ، خلافت فروخت کردی تھی (نعوذ باللہ)۔

لیکن ہم اہل سنت ان سب کو نیک نیت سمجھتے ہیں، جو بھی صحابہ کرام، اس وقت موجود تھے۔ سب کے پیش نظر امت کی بھلائی تھی۔ اور پھر امام حسنؓ نے، حدیث رسول ﷺ کی روشنی میں، جو ایثار فرمایا تھا۔ وہ قیامت تک امت پر احسان عظیم ہے۔

سیرت نبوی ﷺ میں ایسے کافی واقعات موجود ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے اجتہادی مسائل میں، اللہ کے حکم کے مطابق **(وشاورھم فی الامر)** صحابہ سے مشورہ لیا تھا' اور پھر اپنی ذاتی رائے کے خلاف، اکثریت کی رائے پر فیصلہ دیا گیا ہے۔ مثلاً جنگ احد میں' حضور اکرم ﷺ اور حضرت ابوبکر کی رائے یہ تھی' کہ مدینہ میں رہ کر، صرف دفاع کرنا چاہیے۔ لیکن اکثریت کی رائے پر باہر نکل کر، جنگ لڑی ہے۔ جب حضور اکرم ﷺ اپنی ذاتی رائے پر' اکثریت کی رائے کو ترجیح دے رہے ہیں۔ تو پھر کسی اور کی' انفرادی رائے کی' اکثریت کے مقابلہ میں کیا اہمیت رہ جاتی ہے۔ لیکن اہل سنت' چونکہ حضرت امام حسینؓ کی عظمت وفضیلت کو بھی اپنا ایمان سمجھتے ہیں۔ اس لئے حضرت

امام حسینؓ وغیرہ کی رائے کو بھی اخلاص نیت کی بدولت درست خیال کرتے ہیں۔

یہ جو کہا جاتا ہے، کہ امیر معاویہ نے بیٹے کو خلیفہ بنا کر، اسلام میں قیصر و کسریٰ کی سنت کو رائج کیا ہے، یہ سراسر غلط ہے۔ قرآن مجید، احادیث صحیحہ اور سلف صالحین کے اقوال میں۔ کہیں یہ نہیں ملتا، کہ خلیفہ کا کوئی رشتہ دار، باپ بیٹا اور بھائی خلیفہ نہ بنایا جائے۔ بلکہ اسکے جواز کا ثبوت ملتا ہے۔(**وارث سلیمان داؤد**) حضرت سلیمان نبوت اور سلطنت میں، اپنے باپ، حضرت داؤد کے وارث بنے، حضرت عمرؓ سے جب اپنے بیٹے کی خلافت کیلئے کہا گیا، تو انہوں نے یہ نہیں فرمایا، کہ یہ شریعت میں ناجائز ہے۔ قیصر و کسریٰ کی سنت ہے۔ بلکہ خلافت کے فرائض و ذمہ داری کے بوجھ کو نہ اٹھانے کا عذر پیش کیا۔ اس کا دوسرا اور آسان جواب یہ ہے کہ امیر معاویہؓ نے حضرت علیؓ کے اپنے بیٹے حسن کو خلیفہ بنانے کی سنت، پر عمل کیا تھا۔

مختصر یہ کہ، مسلمانوں کی اکثریت نے، وقتی مصلحت اور ضرورت کو سامنے رکھتے ہوئے یزید کی خلافت پر اتحاد و اتفاق کیا تھا۔ کیونکہ بنی امیہ، یزید کے علاوہ کسی اور کی، ولیعہدی پر رضامند ہونے والے نہیں تھے۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ امیر معاویہؓ کے زمانے تک، یزید سے کوئی فسق و فجور ظاہر نہیں ہوا تھا۔ انہوں نے اسکی صلاحیت اور عمدگی کے خیال سے خلیفہ بنایا تھا۔ آئندہ کے حالات کا، امیر معاویہ کو علم نہیں تھا۔ جس طرح حضورﷺ نے، بعض قبائل کے ایمان پر اعتماد کرتے ہوئے، انکی درخواست پر، چند صحابہ کرام کو تعلیم کیلئے بھیج دیا تھا۔ مگر ان لوگوں نے انہیں شہید کر دیا (۲۹) امام حسین نے کوفیوں پر اعتماد کیا۔ لیکن وہ لوگ بدعہد ہو گئے اور قافلہ حسین کو شہید کر دیا۔ جس طرح حضورﷺ اور امام حسینؓ کے اعتماد کے بعد، نقصان کا انہیں ذمہ دار نہیں کہا جا سکتا، اسی طرح امیر معاویہؓ کو یزید پر نیک نیتی کا گمان کرنے سے بعد کے واقعات کا ذمہ دار نہیں ٹھہرایا جا سکتا، صحابہ کرامؓ کے خلاف، جو تاریخی روایات اور من گھڑت قصے، کہانیاں، اور افسانے بیان کئے جاتے ہیں۔ وہ سب مردود ہیں۔ کیونکہ صحابہ کرام کے ایمان و تقویٰ اور عدالت و طہارت پر سینکڑوں آیات اور احادیث صحیحہ شاہد عدل ہیں۔

اعتراض نمبر 6 (امیر معاویہؓ کے حق میں حضورﷺ کی بددعا)

شیعہ حضرات، حضرت امیر معاویہؓ پر، یہ بھی طعن کرتے ہیں' کہ ایک مرتبہ حضورﷺ نے امیر معاویہؓ کو تحریر لکھنے کیلئے طلب فرمایا' اور امیر معاویہؓ نے بہانہ بنا کر اس حکم کو ٹالا تھا۔ اور حضورﷺ نے اسے بددعا دی' کہ اللہ تیرے شکم کو کبھی سیر نہ کرے۔

الجواب:۔ (i) اس واقعہ سے شیعہ نے یہ بات تو تسلیم کر لی ہے کہ امیر معاویہ حضورﷺ کے معتمد علیہ منشی تھے۔ مسند امام احمد میں، حضرت عباس سے یہ واقع درج ہے۔ لیکن یہاں پر، ابن عباس کے باربار جانے، امیر معاویہؓ کے فرمان رسولﷺ کو ٹالنے اور حضورﷺ کی بددعا (**لایشبع الله بطنه**) کا کوئی ذکر نہیں ہے، وہاں پر صرف اتنا ذکر ہے کہ حضورﷺ کے حکم پر، ابن عباس امیر معاویہ کو بلانے کیلئے گئے۔ امیر معاویہؓ حاضر خدمت ہوئے اور تحریر لکھنے کی خدمت انجام دی، شیعہ راویوں نے اپنی طرف سے قابل اعتراض الفاظ کا اضافہ کیا ہے۔ اصل واقعہ میں طعن و تشنیع والی کوئی بات نہیں ہے۔

اسی طرح یہ روایت بھی شیعہ خرافات میں سے ہے' کہ حضورﷺ نے فرمایا کہ "ایک شخص اس راستے سے نمودار ہوگا' اور اس کا انجام، میری ملت اور دین پر نہیں ہوگا۔ پھر اچانک امیر معاویہؓ اس راستے سے ظاہر ہوئے۔

یہ واقعہ اہل سنت کی کسی کتاب میں نہیں ہے اور شیعہ کی اس طرح کی بے سروپا روایات ہمارے لیے کوئی حجت نہیں ہیں۔ اس کا ایک یہ قرینہ موجود ہے کہ امام بخاری نے، اپنی مشہور کتاب (تاریخ کبیر جلد ۴) میں تحریر کیا ہے۔ کہ ایک دفعہ، امیر معاویہؓ، حضورﷺ کے پیچھے سوار تھے۔ حضورﷺ نے فرمایا "تمہارے جسم کا کونسا حصہ میرے جسم کے ساتھ لمس کر رہا ہے"۔ معاویہؓ نے جواب دیا "میرا پیٹ" آپ نے دعا دیتے ہوئے فرمایا۔ اے اللہ! اسے علم و حلم سے بھر دے، اس سے معلوم ہوا کہ بددعا کے الفاظ راویوں کے اپنے ہیں۔ امیر معاویہؓ کو تو حضورﷺ کی دعائیں حاصل ہیں۔

اعتراض نمبر 7 (معاویہ کو منبر پر دیکھو تو قتل کر دو)

شیعہ حضرات یہ کہتے ہیں' کہ رسول ﷺ کا ارشاد ہے' کہ جب تم معاویہؓ کو منبر پر دیکھو تو اسے قتل کر دو۔

الجواب:۔ مذکورہ روایت، روایت اور دریت، دونوں کے اعتبار سے غلط ہے۔اس روایت کو نقل کرنے والا عمرو بن عبید المعتزلی ہے۔جس نے اس روایت کو حسن بصری کی طرف منسوب کیا ہے، خطیب بغدادنے اپنی کتاب' **متعلق میں** ''امام بخاری نے اپنی کتاب'' تاریخ صغیر'' میں، خطیب بغدادی نے اپنی کتاب'' تاریخ بغدادی'' میں اور دیگر تمام علماء مقتدمین نے اس روایت کو' حسن بصری کی طرف منسوب کرنا' جھوٹ اور کذب قرار دیا ہے' اور یہ روایت معتزلہ نے چلائی ہے' جو امیر معاویہؓ کے سخت دشمن تھے۔امیر معاویہ کو فاروق اعظمؓ نے امیر شام بنایا تھا' اور عرصہ دراز تک، دمشق کی جامع مسجد کے منبر پر خطبہ دیتے رہے ہیں۔امیر معاویہؓ کے تقرر کے وقت کسی صحابی نے اعتراض کیا' اور نہ ہی کوئی انہیں منبر پر قتل کرنے کیلئے اٹھا' اور رسول اللہ ﷺ نے اپنی زندگی میں' جو انہیں عظمت وفضیلت عطا کی ہے' اور تعریف میں احادیث بیان فرمائی ہیں۔یہ سب باتیں اس بات کی کھلی دلیل ہیں۔کہ مذکورہ روایت اور حضرت امیر معاویہؓ کے خلاف، اس قسم کے دوسرے قصے، کہانیاں اور افسانے محض جھوٹ اور من گھڑت ہیں۔

اعتراض نمبر 8 (معاویہ کا معنیٰ)

مقام افسوس ہے کہ اس تمام عزت وشرف، محاسن و کمالات اور عظیم کارناموں کے باوجود، اسلام کی اس عظیم شخصیت کو طعن و تشنیع کا نشانہ بنایا جاتا ہے اور شیعہ کے زبردست پروپیگنڈے کی وجہ سے، بہت سارے سنی بھی' بدظن ہو چکے ہیں' اور ان کے نام'' معاویہؓ'' کو گالی بنادیا گیا ہے۔کبھی نام میں' کبھی سیرت و کردار میں' نقص نکالا جاتا ہے۔شیعہ ذاکر اور مولوی برملا' اپنی تقریروں اور تحریروں میں امیر معاویہؓ کو بھونکنے والی کتیا کہتے ہیں۔(نعوذ باللہ) اور ان کی

وفات پر امام جعفر کے کنڈوں کے نام سے خوشی کا اظہار کیا جاتا ہے۔ حالانکہ اس روز امام جعفر کی زندگی کا، کوئی اہم واقعہ پیش نہیں آیا۔

الجواب :۔ شرعی حوالہ سے والدین کی ذمہ داری ہے' کہ وہ اپنے بچوں کے اچھے نام رکھیں۔ آنحضرت ﷺ کا طریقہ مبارک یہ تھا' کہ جب کوئی آدمی' اسلام قبول کرنے کیلئے' آپ کے پاس حاضر ہوتا' تو اگر اس کے نام میں شرعی اور دینی اعتبار سے کوئی نقص ہوتا تھا' تو آپ اس کا نام بھی تبدیل فرما دیا کرتے تھے' اور جن صحابہ کرام کے نام تبدیل نہیں فرمائے' اس کا مطلب یہ ہے کہ ان ناموں میں کوئی شرعی طور پر حرج نہیں ہے۔ کیونکہ عرب کے رواج اور لغت کے اعتبار سے اسماء علم میں' لفظی اور لغوی معنی مراد نہیں لیا جاتا' کیونکہ حضور ﷺ کے آباؤ اجداد میں' بہت سے نام ایسے ہیں۔ جن کا لغوی معنی اچھا نہیں ہے۔ مثلاً حضرت محمد ﷺ کے نسب نامہ میں، چھٹی پشت پر ''کلاب'' نام موجود ہے، جس کے معنی ''کتے'' ہے۔ اس طرح علی، ''علو'' سے ہے، جس کا معنی جہاں بلند ہے' وہاں سرکش، مغرور اور ظالم بھی ہیں۔ حیدر کا معنی شیر کے علاوہ پست قد اور ہلاک ہونا بھی ہے۔ اس سے نعرہ حیدری کا معنی' لغوی طور پر آپ خود سمجھ لیں' کہ کیا بنتا ہے۔ باقر کا معنی گائے کے ہیں۔ عباس کے معنی تیوری چڑھانے والا اور اگر عبس سے عباس ہو تو اس کے معنی، اونٹ کی دم اور خشک مینگنی کے ہیں، اویس کے معنی بھیڑیے کے ہیں' جعفر کا معنی دودھ دینے والی اونٹنی ہے۔ اس طرح اس کے اور بھی کئی معنی ہیں، جو کسی شاعر نے، اس شعر میں بیان کئے ہیں۔

جعفر اُتے جعفر چڑھیا، جعفر ٹریا جانداسی
جعفر اس نے ہتھ وچ پھڑیا، جعفر کٹ کٹ کھانداسی

اس شعر میں جعفر کا معنی خر، چاقو اور خربوزہ ہے۔

امام جعفر کے بیٹے کا نام ''موسیٰ کاظم'' ہے اور موسیٰ کا معنی ''پانی سے نکلا ہوا ہے، خمینی خمن سے بنا ہے۔ جس کے معنی تخمینے لگانے والا اور بدبو اور تعفن کے ہیں۔

محترم قارئین! اس طرح کی سیکڑوں مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں۔ جس طرح ان مذکورہ

بالا ناموں کے معنی اچھے نہیں ہیں۔ لیکن اس کے باوجود یہ نام رکھے گئے ہیں اور رکھے جاتے ہیں۔ کسی نام پر تنقید نہیں کی گئی ہے۔ کیونکہ یہاں معنی مراد ہی نہیں ہے۔ اگر آپ فرمائیں کہ ضروری ہے۔ تو پھر سوال پیدا ہوتا ہے۔ کیا صرف امیر معاویہؓ کا نام ہی، اس کے لیے ملا ہے۔ وہ اپنے ائمہ سے، اس کا آغاز کیوں نہیں کرتے؟ کیا کسی نے مذکورہ ناموں میں نقص نکالا ہے یا تنقید کی ہے؟ اگر جواب نفی میں ہے ،تو پھر یہ ساری نفرت وعداوت حضرت امیر معاویہؓ بن ابوسفیان کیلئے ہی کیوں ہے؟

یہ نا قابل انکار حقیقت ہے کہ بہت سارے دیگر صحابہ کرام ،سیکڑوں ائمہ مجتہدین ،اولیاء کرام اور اہل بیت عظام کے نام معاویہ ہیں۔ ان کے عزیزوں کے نام معاویہؓ ہیں۔ لیکن کسی جگہ بھی نام اور معنی پر اعتراض اور تنقید نہیں کی جاتی۔ صرف امیر معاویہؓ کو ہی ہدف تنقیص بنایا جاتا ہے۔ یہ بغض معاویہؓ نہیں تو اور کیا ہے؟ حضور ﷺ کے چچازاد بھائی کا نام معاویہؓ بن حارث ہے ،حضرت علیؓ کے پوتے کا نام معاویہؓ بن عباس بن علی ہے۔ جعفر طیار کے پوتے کا نام معاویہؓ بن عبداللہؓ بن جعفر طیار ہے ،امام جعفر کے دو شاگردوں کا نام معاویہؓ بن سعد الکندی اور معاویہؓ بن مسلمہ العفری ہے۔ حضرت علیؓ کے شاگرد کا نام معاویہؓ بن صعصعہ ہے وغیرہ وغیرہ۔

معاویہؓ کا معنی:۔ عربی زبان بہت وسیع ہے۔ ایک لفظ کے کئی کئی معانی ہیں۔ اس طرح معاویہؓ کے بھی لغت میں، بہت سارے معانی ہیں۔ معاویہ کا مادہ "عوی" ہے اور معاویہؓ کا لفظ مفاعلہ کے وزن پر ہے، جس کے معنی آواز دیکر پکارنا، کتے کا آواز نکالنا، شیر کی آواز وللکار، کسی چیز کو مروڑنا یا خم دینا، جنگ کیلئے لوگوں کو جمع کرنا، ایک ستارے کا نام معاویہؓ ہے اور چاند کی ایک منزل کا نام بھی معاویہؓ ہے۔

اس سے بڑا ظلم وبد دیانتی اور علمی خیانت اور کیا ہو سکتی ہے کہ اہانت وتحقیر والے معانی تو مشہور کر دیئے جائیں اور جو معانی عزت وعظمت والے ہیں، ان کا تذکرہ نہ کیا جائے۔

نوٹ:۔ مذکورہ بالا تمام الفاظ کے معانی "لسان العرب" **"القاموس الوحید، المنجد ،منتی الادب** وغیرہ میں دیکھے جاسکتے ہیں۔

نہ تم صدمے ہمیں دیتے ، نہ ہم فریاد یوں کرتے
نہ کھلتے راز سر بستاں ، نہ یوں رسوائیاں ہوتیں

اعتراض نمبر 9: (معاویہ دوزخ کے تابوت میں)

شیعہ یہ بھی کہتے ہیں' کہ رسول ﷺ نے فرمایا:۔معاویہ ایک تابوت میں دوزخ کے نچلے درجہ میں ہوگا' اور کہے گا اس سے قبل میں نافرمان اور مفسد تھا۔

الجواب یہ مذکورہ روایت، حدیث کی کسی بھی مشہور کتاب میں نہیں ہے۔اور نہ صحاح ستہ میں ہے۔صحابہ کی تعریف میں سیکڑوں آیات قرآنیہ اور احادیث صحیحہ کے مقابلے میں ایسی جھوٹی، وضعی اور غیر معتبر روایات کے ذریعہ،صحابہ کرام پر طعن و تشنیع کرنا،شیعہ روافض کا ہی کام ہوسکتا ہے۔

سوال یہ ہے کہ اگر امیر معاویہ جہنمی اور اسفل السافلین میں سے تھے۔تو ایسے شخص کا اسلام کیوں قبول کیا گیا؟ کاتب وحی، میر منشی کیوں بنایا گیا۔انکی دینی اور جنگی خدمات کو کیوں قبول کیا گیا ہے؟اس کی تعریف میں،حضور ﷺ نے کیوں احادیث بیان فرمائیں؟۔فاروق اعظم نے انہیں امیر شام کیوں بنایا؟ صحابہ کرام اور بالخصوص علی و حسنین نے ،اس پر اعتراض کیوں نہیں کیا ہے؟ حضرت علی نے ان کے ساتھ صلح کیوں کی؟ شیعہ کتابوں میں حضرت علیؓ کی زبانی امیر معاویہؓ کی کیوں تعریف موجود ہے؟امام حسنؓ اور امام حسینؓ نے صلح کے بعد۔ان کے ہاتھ پر کیوں خلافت کی بیعت کی تھی؟ حسنین ایسے شخص سے کیوں وظیفہ لیتے رہے ہیں۔وغیرہ وغیرہ ان سب واقعات صحیحہ سے بالکل عیاں ہے کہ اس قسم کی روایات سبائی گروہ کی طرف سے امیر معاویہؓ کی دشمنی میں چلائی گئی ہیں۔

اعتراض نمبر 10: (امیر معاویہؓ نے صحابہ کو قتل کرایا)

شیعہ حضرات، حضرت امیر معاویہؓ پر اعتراض کرتے ہیں۔کہ امیر معاویہؓ نے اہل فضل

اصحاب حجر بن عدی کندی اور عمرو بن الحق کے قتل کرنے کا حکم دیا تھا۔ اور قرآن مجید اور حدیث میں ہے۔ جس نے کسی مومن کو قتل کیا، اس کی جزا جہنم ہے۔ جس میں وہ ہمیشہ رہے گا۔ اس پر اللہ کا غضب اور لعنت ہے۔ اللہ اس کو عذاب عظیم دے گا۔

الجواب:۔ بعض مورخین نے حضر بن عدی اور عمرو بن الحق کو صحابی لکھا ہے۔ لیکن کبار علما و محدثین مثلاً امام بخاری، ابن حاتم الرازی اور ابن حبان اور دیگر تمام محدثین انکو تابعین میں شمار کرتے ہیں۔ اور یہ دونوں سبائی سازشوں سے متاثر ہو گئے تھے حضرت عثمانؓ کی خلاف شورش میں برابر کے شریک تھے۔ جنگ جمل و صفین میں حضرت علیؓ کے ساتھ تھے۔ لیکن بعد میں، ان کے نظریات، حضرت علیؓ اور حسنین کریمین کے خلاف ہو گئے تھے۔ اور خارجیوں کے ساتھ ہو گئے تھے۔ حضرت امیر معاویہ کے عہد خلافت میں کوفہ کے گورنر اور امیر معاویہؓ کے خلاف ہتک آمیز گفتگو کرتے تھے۔ حضرت مغیرہ درگزر فرماتے، لیکن یہ امیر معاویہؓ اور حضرت مغیرہ کے خلاف تشدد اور مخالفت سے باز نہیں آتے تھے۔ بعض دفعہ، مجلس میں، ان پر کنکر پھینک دیتے تھے۔ جب زیاد کو کوفہ کا گورنر بنایا گیا۔ تو حضرت امیر معاویہؓ نے زیاد کو حکم دیا کہ ان دونوں کو، ساتھیوں سمیت پکڑ کر شام بھیج دو، عمرو بھاگ گیا لیکن حجر کو اس کے ساتھیوں کے ہمراہ، خلیفہ وقت امیر معاویہؓ کی خدمت میں بھیج دیا گیا۔ امیر معاویہؓ نے حجر پر فرد جرم ثابت ہو جانے کے بعد اُسے قتل کرا دیا۔

امیر معاویہؓ نے، مسلمانوں کی اجتماعی قوت کو برقرار رکھنے اور ملک میں شر و فساد ختم کرنے کیلئے ایسا کیا تھا۔ یہ فساد فی الارض سے بچنے کی، اسلامی احکامات کی روشنی میں درست اور بہتر صورت تھی۔

حضرت امیر معاویہؓ پر یہ بھی اعتراض کیا جاتا ہے۔ کہ انہوں نے زیاد بن سمیہ کو اپنا بھائی قرار دیا تھا۔ اس کا الزامی جواب تو یہ ہے کہ زیاد چار سال تک، حضرت علیؓ کے سخت حامیوں میں سے رہا، اس

وقت تو اس کا نسب درست تھا۔ جب وہ قاتلین عثمانؓ سبائیوں کی من مانی کارروائیوں اور حضرت علی کی ،ان کے خلاف نرم پالیسی سے تنگ آکر ،امیر معاویہؓ کے کیمپ میں آجاتا ہے تو زیاد مجرم سے مجرم ہو جاتا ہے؟ دوسری بات یہ ہے کہ اسلام سے پہلے ،عرب کے اندر نکاح کی چھ صورتیں رائج تھیں۔ حضرت امیر معاویہؓ نے دور جاہلیت کے شواہد و بیانات کی بنیاد پر زیاد سے نسبی بھائی کا معاملہ کیا تھا۔

واقعات کربلا:۔ حضرت امام حسینؓ اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ وغیرہ نیک نیتی سے یہ سمجھتے تھے۔ کہ اسلام کے شورائی نظام ، زبان کی آزادی ، قانونی مساوات اور قومی خزانہ کی امانت کو بدلا جارہا ہے۔ لہذا اسے ہر صورت میں روکنا چاہیے ،کوفہ و بصرہ ، جو سیاسی اور فوجی اعتبار سے بہت اہم تھے۔ یہاں کے لوگ ، بیعت کیلئے ،امام حسینؓ کو برابر پیغامات اور وفود بھیج رہے تھے۔ لہذا امام حسین نے سمجھا کہ اہلیان کوفہ کے تعاون سے ،حالات کا رخ صحیح جانب موڑا جاسکتا ہے۔ حضرت عبداللہ ابن عباس ، عبداللہ بن زبیر ،عبداللہ بن عمر اور عبدالرحمٰن بن ابی بکر وغیرہ بھی یزید کی ولیعہدی کو ،اسلام کے مزاج کے خلاف سمجھتے تھے۔ لیکن یہ سب حضرات امکانات کے بارے میں ، امام حسینؓ سے اختلاف کرتے تھے۔ وہ کوفہ والوں کو قطعی طور پر نا قابل اعتبار سمجھتے تھے۔ ظاہر بات ہے کہ کسی اقدام سے پہلے ، یہ جائزہ لینا ضروری ہوتا ہے۔ کہ اقدام کیلئے جن وسائل و ذرائع کی ضرورت ہے ،وہ دستیاب ہیں ، یا نہیں۔ اسی وجہ سے مسلمانوں پر جہاد مکہ میں نہیں ، مدینہ میں فرض ہوا تھا۔ جب اچھے نتائج کی توقع ممکن تھی۔ ان حضرات کی ، خلوص نیت کے ساتھ ، یہ رائے تھی۔ کہ کامیابی کیلئے ، جو اسباب درکار ہیں۔ وہ موجود نہیں ہیں۔ اس لیے وہ امام حسین کو کوفہ جانے اور انکی دعوت قبول کرنے سے منع کرتے رہے۔ اگر آپ کو جانا ہی ہے تو پھر عورتوں اور بچوں کو ساتھ لیکر نہ جائیں' امام حسین کے سولہ زندہ حقیقی بھائیوں میں سے ،صرف پانچ امام حسین کے ساتھ نکلے ، جن میں ابوبکر اور عثمان و عمر بھی تھے۔ جن کے نام تعصب کی وجہ سے ، کربلا کے شہیدوں میں ذکر نہیں کیئے

جاتے ،اس سے آپ اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں۔ کہ حضرت علیؓ کو حضرت ابوبکرؓ،عمرؓ اور عثمانؓ کے ساتھ کیسی محبت تھی۔ کہ اپنے بیٹوں کے نام ،ان کے ناموں پر رکھے۔ یہ نام شیعہ کی مشہور کتابوں "**جلاء العیون**"اور بحار الانوار وغیرہ میں دیکھے جاسکتے ہیں۔

اصل بات یہ ہے کہ سچا مسلمان ،اپنی سادگی اور شرافت کی وجہ سے ،دوسروں کو بھی سچا سمجھتا ہے۔تمام محبین اور مخلصین ،حضرت علیؓ اور امام حسنؓ کے ساتھ پیش آنے والے سابقہ واقعات کی روشنی میں،امام حسین کو کوفہ جانے سے روکتے رہے۔لیکن امام حسینؓ اپنے فیصلہ پر ڈٹے رہے ،بالآخر یہ حسینی قافلہ مکہ سے کوفہ کی طرف روانہ ہوتا ہے۔راستے میں مسلم بن عقیل،جنہیں تحقیق حال کیلئے کوفہ روانہ کیا گیا تھا،انکی شہادت کی خبر ملی ،عرب کا مزاج یہ تھا۔ کہ خون کا بدلہ لیا جائے' خواہ ، اس میں سب کی جان ہی چلی جائے ،امام حسین نے ،مسلم بن عقیل کی شہادت اور کوفیوں کی بے وفائی کی خبر سن کر ،مکہ واپس آجانا چاہا۔لیکن مسلم کے عزیز واقارب کھڑے ہو گئے ،کہ ہم مسلم کے خون کا بدلہ لئے بغیر واپس نہیں جائیں گے۔اس لیے امام حسین کو اپنا ارادہ بدلنا پڑا۔لہذا سفر جاری رہا،حتیٰ کہ حسینی قافلہ دشت کربلا میں پہنچ گیا ،ادھر کوفہ کے گورنر ابن زیاد کو معلوم ہوا۔تو اس نے عمرو بن سعد کی سربراہی میں،چار ہزار کا لشکر،حسینی قافلہ کو روکنے کیلئے ،کربلا کیطرف روانہ کیا ،یہ سب وہی لوگ تھے۔جو محبت اہل بیت کے دعوے دار تھے۔خلافت علوی میں ساتھ دینے والے اور امام حسین کو خطوط اور وفود کے ذریعہ' کوفہ دعوت دینے والے اور مسلم بن عقیل کے ہاتھ پر امام حسینؓ کی حمائت میں' موت کی بیعت کرنے والے تھے،اس لشکر میں امام حسین کے قریبی رشتہ دار عمرو بن سعد وغیرہ بھی تھے۔ جو خلافت علوی میں اہم عہدوں پر فائز رہ چکے تھے۔یہ سب اپنے آپ کو شیعان علی کہلواتے تھے۔کئی دنوں تک امیر لشکر عمرو بن سعد، امام حسین کے ساتھ مصالحت کی کوشش کرتا رہا،بالآخر امام حسینؓ نے کوفی لشکر کے سامنے تین صورتیں پیش کیں،اول...... مجھے مکہ

واپس جانے دیا جائے۔دوم...... میرا راستہ چھوڑ دو میں دمشق جا کر، یزید سے اپنا معاملہ طے کرلوں گا۔سوم...... مجھے یزیدی سلطنت سے باہر نکلنے دیا جائے۔

لیکن اب تیر کمان سے نکل چکا تھا،صورت حال یکسر بدل گئی تھی۔

یہ بات اچھی طرح سمجھ لیں کہ اسکی اصل وجہ کیا تھی؟اصل وجہ یہ تھی کہ امام حسینؓ نے کوفی فوج کے سامنے، کربلا کے میدان میں جو خطبات دیۓ اور فوج کے سرداروں کے نام لیکر خطوط دکھائے ۔کہ اے فلاں، یہ تمہارا خط ہے جس میں تم نے مجھے بیعت کیلئے کوفہ آنے کی دعوت دی ہے۔انہوں نے صاف،ان خطوط کا انکار کر دیا۔اب ان کی جان پر بنی ہوئی تھی۔مصالحت کی صورت میں،حکومت وقت سے غداری کا جرم ثابت ہو جاتا تھا' اس لئے مصالحت کی ہر کوشش کو کوفی فوج نے مسترد کر دیا۔

جنگ جمل ، جنگ صفین وغیرہ کے واقعات کو پڑھکر دیکھیں کہ جہاں بھی ،مصالحت کی بات ہوگی' وہی سبائی فتنہ آڑے آئے گا۔جو اس سارے انتشار اور خانہ جنگیوں کا بانی مبانی ہے۔

کوفیوں نے امام حسینؓ کی طرف سے مصالحت، کی اس کوشش کو ناکام بناتے ہوئے' فوج کے کوفی سرداروں نے ،ابن زیاد کو لکھا کہ عمرو بن سعد،ساری رات لشکر سے باہر،فرات کے کنارے،امام حسینؓ کے ساتھ محو گفتگو رہتا ہے۔اور اس بات کا قوی امکان ہے کہ دونوں ملکر کوفہ پر حملہ کردیں۔اور ابن زیاد کا تختہ الٹ دیں۔ابن زیاد نے فوج کی کمان تبدیل کرتے ہوئے' شمر کو (جو امام حسینؓ کا ماموں لگتا ہے اور عہد علوی میں' علوی فوج کی کمان کرتا' اور اہم عہدوں پر فائز رہا ہے۔ اور زبر دست محبان اہل بیت میں سے تھا۔اس کے خطوط بھی' امام حسینؓ کے پاس موجود تھے) حکم دیا کہ امام حسینؓ کے سامنے یہ شرط پیش کرے' کہ یا غیر مشروط طور پر ہتھیار ڈال دیں۔انکار کی صورت میں جنگ کیلئے تیار ہو جائیں۔امام حسین نے اس ذلت آمیز شرط کو مسترد کر دیا، مسلح تصادم ہوا' امام حسینؓ کا ایک ایک ساتھی میدان جنگ میں داد شجاعت دیتے ہوئے' شہید ہوا آخر میں امام حسینؓ

نے ، یہ الفاظ کہتے ہوئے تلوار ہاتھ میں لی "اے اللہ! ہمارے اور ایسے لوگوں کے بارے میں فیصلہ فرما، کہ جنھوں نے ہمیں بلایا ہے، کہ ہم آپ کی مدد کریں گے۔ اب وہی ہمیں قتل کر رہے ہیں"۔ یہی شہادت' واقعات کربلا کے عینی شاہدین ، امام زین العابدین ، حضرت زینب ، حضرت ام کلثوم ، وغیرہ کی شیعہ کتابوں (جلاء العیون جلد دوم) وغیرہ میں مرقوم ہے۔ دنیا کی کوئی عدالت ان عینی شاہدین کی شہادت کو رد نہیں کرسکتی ، ان واقعات والفاظ سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ کہ قافلہ حسین کے قاتل کون ہیں؟ آخر میں امام حسین نے تلوار ہاتھ میں لی اور دشمنوں کو قتل کرتے ہوئے ، دس محرم الحرام کو جام شہادت نوش فرمایا۔ **(انا للہ وانا الیہ راجعون)**۔

ابن زیاد نے ، اسیران جنگ کو، یزید کے پاس دمشق بھیج دیا۔ یزید کو باپ کی وصیت یاد آئی اور اس المناک سانحہ پر اظہار تاسف کیا، ایک درباری نے ، ایک لڑکی کی طرف اشارہ کر کے کہا، امیر المومنین ! یہ مجھے دے دیجئے ، یزید نے ڈانٹ دیا، بعض لوگ یزید دشمنی میں، یہاں تک کہہ دیتے ہیں کہ وہ ماں ، بہن اور بیٹیوں سے زنا کرتا تھا، انہیں یہ سوچنا چاہیے کہ یہ لٹا پٹا قافلہ، کئی دن تک یزید کے گھر میں رہا ہے۔ غلاظت کی یہ چھینٹیں کہاں کہاں پڑیں گی؟۔ بعدازاں زینب، اپنی بیٹی کے پاس دمشق ٹھہر گئیں اور آج بھی حضرت زینب بنت علی کا مزار دمشق میں موجود ہے اور باقی قافلہ کو' ان کی خواہش کے مطابق' شاہی خاندان کی چالیس عورتوں کے ہمراہ' حفاظتی پہرہ میں' مدینہ منورہ پہنچا دیا گیا۔

یہ ہے اصل حقیقت ، اس المناک سانحہ کی ، جو تاریخ طبری، طبقات سعد، ابن اثیر اور ابن خلدون وغیرہ سے ماخوذ ہے، مسلمانوں کو اصلی سازشی ذہن پہچاننا چاہئے ، حضرت عثمان ، حضرت علی، حضرت امیر معاویہ اور حسنین کریمین کے درمیان ، اختلافات ، کے افسانے ، جس نے تراشے ہیں۔ بڑی ذہانت اور مکاری سے تراشے ہیں۔ اصل حقائق کو گم کر دیا گیا ہے۔ اب کوئی حضرت عثمان، اور امیر معاویہ کو ہدف تنقید بنا رہا ہے اور کوئی حضرت علی اور حسنین کریمین کی شخصیت

کو مجروح کر رہا ہے۔ اس طرح یہ دونوں گروہ سبائی سازش کا آلہ کار بنے ہوئے ہیں۔ اس میں اہل سنت کا موقف یہ ہے کہ تمام کے تمام صحابہ صفت عدل سے متصف تھے۔ ان میں سے جس کسی کی بھی شخصیت مجروح ہوتی ہے۔ تو اس کی براہِ راست زد، حضور ﷺ کی ذات پر پڑتی ہے، جو صحابہ کے مربی و مزکی تھے۔ محمد رسول اللہ کی تربیت پر حرف آئے گا۔

مندرجہ بالا سطور کا مقصد، یزید کا مقدمہ لڑنا، کسی کو بری الذمہ یا قصور وار ٹھرانا ہرگز نہیں ہے۔ یہ ایک ایسا مسئلہ ہے۔ جس پر بہت کچھ لکھا اور کہا جا چکا ہے۔ ایک مخصوص گروہ نے واقعات کربلا اور حرہ میں انتہائی مبالغہ آمیزی اور کذب و افتراء سے کام لیتے ہوئے، ان تمام واقعات میں، یزید کو مورد الزام ٹھرایا ہے، جب کہ ان تمام واقعات کے پیچھے خفیہ ہاتھ سبائی گروہ کا ہے۔ اور پھر ان تاریخی واقعات پر، مذہبی چھاپ نے مسئلہ کو زیادہ الجھا دیا ہے۔ پروپیگنڈے اور جھوٹے افسانوں کے ذریعہ یزید کو فاسق و فاجر، شرابی و زانی اور نہ جانے کیا کیا قرار دیا گیا ہے۔ اور ہر سال یزید پر پانچ دس گالیوں اور الزامات کا اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ اس صورت حال نے، ان واقعات کو ناقابل یقین بنا دیا ہے، چاہے تو یہ تھا۔ کہ تحقیق احوال کے بعد، صحیح شواہد و دلائل کو قبول کیا جاتا' لیکن افسوس سے اسکے برعکس جھوٹے پروپیگنڈے' وضعی اور من گھڑت تاریخی روایات پر، اعتماد کیا گیا ہے۔ جاہل تو معذور ہیں، اہل علم سے میری گزارش ہے، کہ تحقیق احوال کریں اور جاہل ذاکروں کی باتوں میں نہ آئیں۔

حضرت امام حسین کے حقیقی بھائی محمد بن علی (محمد حنفیہ) فرماتے ہیں کہ یزید پر شرابی اور زانی کی تہمتیں جھوٹی ہیں۔ یزید کو فاسق و فاجر تو شاید کہا جا سکتا ہو' لیکن تاریخی اعتبار سے، بنوامیہ میں شراب سب سے پہلے ہشام بن عبد الملک نے پی ہے۔ اس لئے اہل سنت کا موقف یہ ہے کہ یزید پر، تمام کے تمام الزامات تاریخی ہیں، جن پر صدیوں سے، جھوٹے پروپیگنڈے، من گھڑت حکائتوں اور افسانوں کے تہہ بہ تہہ' گرد و غبار کے گہرے پردے پڑ چکے ہیں۔ اور پھر وہ دنیا سے رخصت ہو چکا ہے۔ اس کا معاملہ اللہ کے حضور پیش ہے، وہ اس کے حال کے مطابق معاملہ فرمانے

پر قادر ہے۔ اگر وہ برا تھا۔ تو اللہ، اسکی اسے سزا دیگا۔ اور اگر اللہ تعالیٰ اس کے کسی عمل کی وجہ سے یا استغفار کی وجہ سے، شفقت و رحمت والا معاملہ فرمائیں۔ تو اسے کوئی ہاتھ نہیں پکڑ سکتا۔ ہمیں ابو جہل کے مرنے کے بعد، اسے بھی برا بھلا کہنے کی ممانعت ہے۔ اور گالی گلوچ دینا، ویسے بھی شریف آدمی کا شیوہ نہیں ہے۔ اس لیے ہمیں یزید کے معاملہ میں خاموش رہنے کا حکم ہے۔ ہم اسکی تعریف میں قصیدے پڑھتے ہیں۔ نہ اسے گالی گلوچ دیتے ہیں۔

امر واقعہ یہ ہے کہ پچانوے فیصد کے اکثریتی ملک پاکستان میں بھی، سنی مظلوم ہے۔ تین فیصد آبادی کا شیعہ ٹولا، برملا لاوڈ سپیکر پر، دن مین تین مرتبہ، آذان میں، خلفاء ثلاثہ پر تبرا کرتا ہے۔ حضرت عمر کے قاتل، فیروز لولو کو محترم و مکرم اور اسکی تصویروں اور قبر کی شبیوں کو ائمہ کی طرح باعث برکت سمجھتا ہے۔ اس کیطرف منسوب کردہ پتھر فیروزہ کے فضائل و کمالات بیان کیئے جاتے ہیں۔ صحابہ کرام اور بالخصوص خلفاء ثلاثہ کو ننگی گالیاں دی جاتی ہیں۔ حضرت عثمان کی شہادت کی خوشی میں جشن غدیر منایا جاتا ہے۔ اور حضرت امیر معاویہ کی وفات کی خوشی، حلوے مانڈوں سے، امام جعفر کے کنڈے کے نام سے کی جاتی ہے۔ حالانکہ 22 رجب کے ساتھ امام جعفر کا کوئی اہم واقعہ منسوب نہیں ہے۔ اور یہ ساری کاروائی، صبح منہ اندھیرے اندھیرے، خفیہ طور پر، اس لیے انجام دی جاتی ہے۔ تا کہ سنیوں اور اموی حکومت کے جبر و تشدد اور ظلم و تعدی کا تاثر دیا جاسکے۔ شیعہ کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ جب امام مہدی ظہور فرمائیں گے تو سب سے پہلا کام یہ کریں گے کہ مدینہ منورہ جا کر ابوبکر، عمر، عثمان، عائشہ و حفصہ کو قبروں سے نکال کر زندہ کریں گے۔ اور طرح طرح کی اذیتیں دے کر دوبارہ انہیں ماریں گے اور ان کی لاشوں کو سولی پر لٹکا دیں گے، شیعہ کا عقیدہ ہے کہ انہیں (نعوذ باللہ) قیامت کے دن، اسفل السافلین میں عذاب دیا جائیگا۔ صحابہ کرام اور بالخصوص خلفاء ثلاثہؓ، امیر معاویہؓ، حضرت عائشہؓ و حفصہ کے خلاف گالی گلوچ، جو شیعہ کی کتابوں میں درج ہے وہ بیان کرنے سے زبان و قلم جلتا ہے، اس کیلئے بندہ کا رسالہ ''ہفوات شیعہ'' ملاحظہ فرمائیں۔

اس کے مقابلہ میں، اہل سنت، حضرت علیؓ حضرت فاطمہؓ حسنین کریمین کو صحابی رسول اور ائمہ اہل بیت کو اللہ کے سچے ولی مانتے ہیں۔ یہ سب ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک اور سروں کے تاج ہیں، ان کے خلاف، زبان طعن دراز کرنے کو، اپنے ایمان کا نقصان سمجھتے ہیں۔ ان سے سچی عقیدت ومحبت کا تقاضا یہ ہے کہ ان جیسے ایمان وعقائد کو اختیار کیا جائے، ان جیسی قرآن وسنت کے مطابق، اعلیٰ زندگی گزاری جائے، اوران کے اقوال واعمال اور تعلیمات کی پیروی کی جائے، ان ائمہ اہل بیت سے تعلق، زبانی جمع خرچ کی حد تک نہ ہو اور صرف سیاست چمکانے کے لئے نہ ہو بلکہ اس کو واقعی عملی شکل دے کر آخرت سنوارنے کے لئے ہو۔

شیعہ سے آخری گزارش:۔ شیعہ حضرات سے ہم سوال کرتے ہیں۔ کہ آپ کے بقول، ان برائے نام مسلمانوں (صحابہ کرام بالخصوص حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت امیر معاویہؓ وغیرہ) نے تو ملک کے ملک فتح کئے، دنیا میں کلمہ حق بلند کیا، مصائب ومشکلات جھیل کر، اسلام کو مشرق ومغرب تک پہنچایا۔ کروڑوں انسانوں کو کلمہ توحید پڑھایا، ہزاروں مساجد تعمیر کیں، قرآن مجید کی ایسی حفاظت کی، کہ عالم کفر آج بھی انگشت بدندان ہے، اہل بیت کو گرانقدر وظائف دیکر مالا مال کیا وغیرہ۔

لیکن شیعہ بتائیں کہ ان کے عقیدہ کے مطابق حضورﷺ نے کیا کیا؟ تیئیس سال کی شبانہ روز محنت سے، صرف تین کافر مسلمان کر سکے، امام جعفر صادق کے فرمان کے مطابق، ان میں سے بھی، دو ایسے کمزور الایمان ہیں کہ مقداد کے علم کا علم سلیمان کو ہو جائے تو وہ کافر ہو جائے اور سلیمان کے صبر کا علم مقداد کو ہو جائے تو وہ کافر ہو جائے، اور پھر رسولﷺ کی وفات کے بعد مولا علی نے کونسا ایسا کارنامہ انجام دیا' جس پر عالم اسلام فخر کر سکے۔ کتنے کفار کو تہ تیغ کر کے مملکت اسلامیہ کو وسعت دی، حضرت علیؓ اور ائمہ اہل بیت نے خلفاء کے ڈر کی وجہ سے ساری زندگی تقیہ میں گزاری، اندر سے دشمن اور اوپر سے دوست و مددگار بنے رہے، سچ کو جھوٹ اور جھوٹ کو سچ کہتے رہے، اعلان

امامت فرمایا نہ کسی کو دعوت اسلام دی، غضب یہ کہ خود بھی دین حق پر عمل نہ کر سکے۔ خلفاء ثلاثہ کے ڈر کی وجہ سے' حضرت علی ساری زندگی خلفاء ثلاثہ کو دھوکہ دیتے رہے ہیں۔ انکے دل پر خلفاء ثلاثہ کا ایسا رعب طاری رہا کہ ان کے مرنے کے بعد' اپنی خلافت میں بھی' نہ اصلی قرآن، دین، کلمہ، نماز، اذان کو جاری کر سکے اور نہ ورثاء فاطمہ کو فدک دے سکے اور نہ عمر کی جاری کردہ بدعت (تراویح وغیرہ) کو موقوف کر سکے' نہ متعہ جیسی کارآمد اور کار ثواب چیز کو رائج کر سکے اور امام مہدی، سنی بادشاہوں کے ڈر کی وجہ سے' بارہ صدیوں سے' سر من رائی غار میں چھپے ہوئے ہیں۔ کسی امام نے' فرائض امامت انجام ہی نہیں دیئے اور لوگ کفر کی موت مر رہے ہیں۔ شیعہ ہی بتائیں' اس کا ذمہ دار کون ہے؟ شیعہ کے ان عقائد کے مطابق تو آئمہ اہل بیت کو ہادی و مہدی تسلیم کرنا تو کجا...... دنیا کی کوئی عدالت ان کی گواہی بھی تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں ہے۔

تاریخ تو ہمیں یہی بتاتی ہے کہ آپؓ کے عہد میں، مسلمانوں پر ہی تلوار چلتی رہی۔ خدمت قرآن کا یہ حال ہے، کہ حضرت علیؓ نے اصلی اور کھرے قرآن کو جمع کر کے کہیں ایسا غائب کیا ہے۔ کہ آج تک شیعہ کی نظر بھی اسے دیکھنے کے لیے ترس رہی ہیں۔ اور روایت حدیث کا یہ حال ہے' کہ ائمہ اہل بیت کو راویوں پر اعتماد نہیں تھا۔ وہ ساری زندگی انہیں کوستے رہے، اور راویان حدیث ائمہ کو برا بھلا کہتے رہے ہیں۔ شیعہ کے چند راوی ہیں۔ ان میں زرارہ نصف سے زاید حدیثوں کا راوی ہے۔ امام جعفر فرماتے ہیں۔ "خدا کی لعنت ہو زرارہ پر، اس نے مجھ پر جھوٹ باندھا ہے' اسی زرارہ نے امام باقر کو بڈھا بے علم کہا، اور دوسرا بڑا راوی ابو بصیر ہے، جس نے امام جعفر کو لالچی کہا، جس پر سوتے ہوئے کتے نے اس کے منہ میں پیشاب کر دیا۔ امام جعفر صادق فرماتے ہیں کہ ہر امام کیلئے ایک کذاب مقرر تھا۔ جو امام کی طرف جھوٹی حدیثیں وضع کر کے مشتہر کرتا تھا۔ یہ سب باتیں شیعہ کی مشہور زمانہ کتاب "رجال کشی" میں مرقوم ہیں۔

اور پھر تمہارے مخلص مسلمانوں نے (ابوذر مقدار، سلیمان) کونسی اسلامی خدمات انجام دیں، حضرت علیؓ کی کون سی مدد کی، جب کہ بقول تمہارے حضرت علی کی گردن میں، رسی ڈال

کر، بیعت ابوبکر کیلئے، گھسیٹ کر کے لے جایا جارہا تھا۔ حضرت علیؓ سے خلافت چھین لی گئی۔ حضرت فاطمہ سے فدک چھین لیا گیا' اور شیعان علی ہی بتائیں کہ انہوں نے ، اسلام اور ائمہ اہل بیت کی ، کیا کچھ مدد کی اور خدمت کی ہے۔ تم نے حضرت علی کو کوفہ بلا کر شہید کیا، وہ اپنے پورے عہد میں، تمہاری ہی بے وفائیوں کا رونا روتے رہے ہیں ۔ حضرت علی کے خطبات شاہد ہیں، امام حسن پر بلوہ کیا' مال لوٹ لیا' ارادہ قتل کیا۔ اور مثل پدر (نعوذ باللہ) کافر کہا، امام حسین کو خطوط لکھ کر کوفہ بلایا اور پھر دھوکا فریب سے، بال بچوں کے ساتھ شہید کیا' یہ سب باتیں تمہاری مستند کتابوں میں موجود ہیں۔

(۱) کیا شیعہ کوئی ایسا کارنامہ پیش کر سکتے ہیں۔ جس سے اسلام اور ائمہ اہل بیت کی مدد کا پہلو مترشح ہوتا ہو۔ قارئین کرام سے بالعموم اور شیعہ دوستوں سے بالخصوص گزارش ہے کہ ضد اور تعصب کو چھوڑیں اور سوچیں اور غور و فکر کریں اور صحیح راستہ معلوم کرنے کی کوشش اور فکر کریں۔ آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ بندہ کے اس رسالہ اور اس چھوٹی سی کوشش و سعی کو قبول و منظور فرمائے اور بھٹکے ہوئے مسلمانوں کیلئے ، اسے ہدایت کا ذریعہ بنائے ، یارب العالمین اس رسالہ کو عام مسلمانوں کے ایمان کی تازگی و قوت کا ذریعہ بنا۔ آمین

راقم الحروف

خادم اہلسنت قاضی عبدالرزاق

خطیب مسجد امیر معاویہؓ منگھی روڈ چکوال (پاکستان)

اگست 2010ء